عمران سیریز نمبر 95

جونک اور ناگن

(تیسرا حصہ)

پیشرس

ایک ہنگامہ برپا کردیا ہے احمد پور شرقیہ اور اُس کے نواح کے بھتیجوں نے...... میں نے اُن مزاح نگار صاحب کو ایک مناسب مشورہ دیا تھا۔ کیونکہ اُن میں ایک اچھا مزاح نگار بننے کی صلاحیت نظر آئی تھی۔ مزاح نگار تو مزاح نگار ہی ٹھہرا۔ بہرحال اب وہ میری ڈاڑھی میں تنکے تلاش کر رہے ہیں اور بھتیجوں کو تاؤ آرہا ہے۔ مسخرہ پن پر ہنستے ہیں بھتیجو! تاؤ نہیں کھاتے اور پھر میری محبت میں اُس اخبار کی تعداد اشاعت کیوں بڑھا رہے ہو۔ خبردار!...... اب "تراشے" مت بھیجنا...... ویسے اُن صاحب سے کہو کہ کہیں سے ایک ہی جملہ عمران کے کسی جملے کے مماثل لاکر دکھائیں اور کونن ڈائیل کے کرداروں کی پیروڈی والی بات تو خالص "مسخرہ پن" ہے۔ زور سے قہقہہ لگاؤ۔ میرے کہنے سے ہنس دو۔ تاکہ مزاح نگار کی حوصلہ افزائی بھی ہو جائے اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ یہ بیچارے دو عدد صفحات "جواب الجواب" کا اکھاڑا بننے کی سکت نہیں رکھتے۔ لہٰذا خود ہی سمجھ بوجھ لیا کرو۔ مجھے کچھ نہ لکھا کرو۔ "میاں چنوں" کے بھتیجوں سے بھی یہی گذارش ہے۔

پائرس (یونان) سے ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ وہ پاکستان سے میری کتابیں منگواتے ہیں۔ انہیں شکایت ہے کہ سوا دو روپے کی کتاب پر پندرہ روپے ڈاک خرچ لگ جاتا ہے۔ اُن کی بیگم صاحبہ نے انہیں آخری کتاب "فرشتے کا دشمن" بھجوائی تھی اور لکھ بھیجا تھا کہ اب اتنا زرِ کثیر صرف کر کے کتاب نہیں بھیجی جاسکتی کیونکہ یہاں آئے دن سالگرہوں پر تحفے بھی دینے پڑتے ہیں۔ بیگم صاحب کی شکایت لکھنے کے بعد مجھ سے پوچھا ہے کہ آخر اب کیا تدبیر کی جائے۔ بھائی اس کے علاوہ اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے کہ سالگرہیں بند کرادی جائیں اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ حکومت سے درخواست کی جائے کہ چنے کی کاشت کو غیر قانونی قرار دیکر میرے سمندر پار والے قارئین پر احسانِ عظیم فرمائے۔ نہ "چھولے" ہوں گے اور نہ سالگرہیں ہو سکیں گی...... خود مجھے بھی اچھا نہیں لگتا کہ پچاس روپے کا تحفہ لے کر جاؤں اور چھولے کی ایک مرچوں بھری پلیٹ زہر مار کر کے منہ پیٹتا ہوا گھر واپس آؤں اور اس کے بعد "ڈاکٹر صاحب" اپنا "حق" الگ طلب فرمائیں۔ بس تو پھر "تحریک" شروع کر دیجئے! میں بھی محفوظ رہوں گا...... اور آپ کو کتابیں بھی پہنچتی رہیں گی اور ہاں کتابیں لیٹ بھی نہیں ہوں گی۔

ضروری نوٹ! (راز کی بات) "سالگرہ بھی چھولے کی پلیٹ" کی وجہ سے لیٹ ہو جاتی ہیں۔ ویسے یہ کتاب جونک اور ناگن اس لئے لیٹ ہوئی ہے کہ اسے لیٹ ہونا ہی چاہیئے تھا۔ کبھی کبھی چھٹی کرنے کو بھی دل چاہتا ہے! یہ بھی شائد غلط کہہ رہا ہوں۔ بات دراصل یہ ہوئی کہ ایک دن عمران ہی کے بارے میں سوچتا چلا جا رہا تھا۔ اچانک اُس کا ایک جملہ ذہن میں آیا اور مجھے راہ چلتے ہنسی آگئی۔ آس پاس کے راہ گیر چونک کر متوجہ ہو گئے۔ بڑی شرمندگی ہوئی۔ تہیہ کر لیا کہ اب لکھوں گا ہی نہیں۔ کئی دن تک نہیں لکھا پھر سوچا اگر لکھنا چھوڑ دیا تو اس قابل بھی نہ رہ جاؤں گا کہ لوگ سالگرہوں پر مدعو کر سکیں۔ آخر جھک مار کر کتاب مکمل کرنی پڑی۔ لیکن وہ جملہ ہرگز نہیں لکھا جس پر ہنسی آئی تھی اور سر راہ شرمندہ کر گئی تھی۔

والسلام

ابن صفی

۶/ستمبر ۱۹۷۶ء

◆

سردار گڈھ میں موسم کی پہلی ہی برف باری نے پچھلے کئی برسوں کا ریکارڈ توڑ دیا تھا.... جگہ جگہ برف کے تودے نظر آرہے تھے۔ سڑکوں سے برف ہٹائی جارہی تھی.... ہوٹل انٹر نیشنل کے سامنے کیپٹن فیاض کو جم غفیر نظر آیا۔ لوگوں کے ہاتھوں میں بڑے بڑے بیلچے تھے۔ اور وہ ایک موٹی سی خون کی لکیر کے آس پاس کی برف ہٹارہے تھے۔ اور پھر انہوں نے وہاں سے ایک لاش نکالی۔ فیاض تیزی سے آگے بڑھا تھا۔ بھیڑ کو ہٹاتا ہوا لاش تک جا پہنچا اور پھر اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ کیونکہ یہ عمران کی لاش تھی.... عمران.... کی.... لاش۔

وہ بت بنا کھڑا رہا۔ روزالی مہندس کے مشورے کے مطابق روزانہ عمران کی تلاش میں نکلتا تھا۔ روزالی کا خیال تھا کہ وہ بھی سردار گڈھ ہی میں موجود ہے۔ لیکن فیاض کے سامنے نہیں آنا چاہتا.... اُس نے فیاض کو باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر عمران مل جائے تو وہ اُسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرے گی.... لیکن عمران.... اب کیا ہوگا....؟

ایک گھٹی گھٹی سی چیخ فیاض کے حلق سے نکلی تھی اور وہ وہاں سے دیوانہ وار بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اُسے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے اُس کے پیر زمین پر نہ پڑرہے ہوں.... ہوا میں اڑ رہا ہو۔

کسی نہ کسی طرح روزالی مہندس کی کوٹھی تک پہنچا تھا۔ عجیب سی وحشت ذہن پر مسلط تھی۔ ساری کوٹھی میں دوڑتا پھرا۔ روزالی کی تلاش تھی۔ جلد از جلد اُسے عمران کے انجام سے آگاہ کردینا چاہتا تھا۔!

بالآخر اُس کی خواب گاہ کے سامنے آرکا.... صرف یہی کمرہ دیکھنے کو باقی رہا تھا۔ اُس نے گھومنے والے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ پہلے دستک دیتا لیکن اس وقت اُسے اُس کا ہوش کہاں تھا۔ جلد از جلد کسی کے سامنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ چیخ چیخ کر

کہنا چاہتا تھا کہ اب اُس کی زندگی میں کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا تھا اور خواب گاہ میں داخل ہوگیا تھا۔

روزالی محو خواب نظر آئی۔ پیروں سے گردن تک چادر اوڑھے ہوئے۔ چہرہ تکئے پر ایسا لگ رہا تھا جیسے پورا چاند اپنے ہالے میں براجمان ہو۔!

وہ تیزی سے آگے بڑھا اور مضطربانہ انداز میں اُسے آوازیں دینے لگا....! اُس نے آنکھیں کھولیں۔ پلکیں اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔ پہلے تو حیرت کے آثار آنکھوں میں نظر آئے تھے۔! پھر یک بیک بھڑک اٹھی تھی۔

"تمہیں جرأت کیسے ہوئی....!" کریہہ آواز میں چیخی تھی اور پھر چادر میں بھونچال سا آگیا تھا۔ اُس نے اوپر اٹھنا شروع کیا.... اور فیاض کی گھگھی بندھ گئی۔ کیونکہ گردن کے نیچے اُسے کسی بہت بڑے سانپ کا دھڑ نظر آیا تھا۔! آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ فیاض ایک قدم پیچھے ہٹا ہی تھا کہ روزالی کے نئے روپ نے اُس پر چھلانگ لگائی اور اُسے اپنے بلوں میں جکڑنے لگا.... چہرہ فیاض کے چہرے کے مقابل تھا۔! ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور آنکھیں جیتا جاگتا قہر معلوم ہورہی تھیں۔!

سانپ جیسے دھڑ کے بلوں کی گرفت، تنگ ہوتی گئی.... فیاض کو ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے سارے جسم کی ہڈیاں چور چور ہوجائیں گی.... پھر وہ بے تحاشہ چیخیں مارنے لگا تھا۔

دم گھٹ رہا تھا اور موت رگ جاں سے قریب ہوتی محسوس ہورہی تھی۔!

اسی کیفیت کے دوران میں اچانک نیند کا سلسلہ ٹوٹ گیا.... دل کی دھڑکن رندھے ہوئے حلق میں ٹھوکریں مار رہی تھی۔ پورا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ اور ہاتھ پیر ہلانے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ بے حس و حرکت پڑا چھت کی جانب آنکھیں پھاڑتا رہا۔

شاید زندگی میں پہلی بار اتنا ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔

ٹھیک اُسی وقت دروازے پر دستک ہوئی تھی اور روزالی کی آواز سنائی دی تھی.... "فیاض صاحب.... فیاض صاحب....!"

وہ سختی سے ہونٹ بھنچے پڑا رہا۔ خواب کا ناگوار تاثر اب بھی ذہن پر مسلط تھا۔ روزالی کی آواز اچھی نہیں لگ رہی تھی۔!

"فیاض صاحب....! دروازہ کھولئے.... کیا بات ہے....؟" اُس نے پھر دستک دے کر

نہیں ہوں جنہوں نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے۔"

"کمال ہے.... آپ تو میری مدد کر رہی ہیں۔!"

"دیکھئے جناب....! آپ کا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے۔ کوئی بات اتنے وثوق سے نہ کہئے....! کیا آپ نے اس دوران میں کبھی یہ نہیں سوچا کہ آپ کو پریشان کرنے والوں نے میری آڑ لے کر اب اپنا طریق کار بدل دیا ہے۔!"

فیاض نے خاموشی اختیار کرلی۔

"کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔!"

"مجھے شرمندگی ہے کہ ایک آدھ بار یہ گمان بھی گذرا ہے لیکن پھر میں نے فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے پرے جھٹک دیا تھا۔!"

"خیال ہے کہ ذہن سے پرے جھٹک دیا تھا.... وہ لاشعور میں محفوظ ہو گیا تھا فیاض صاحب اور اُسی گمان نے مجھے ناگن کے روپ میں پیش کر دیا۔!"

"اب بتایئے میں کیا کروں۔ شعوری طور پر آپکا اتنا قدردان ہوں کہ آج تک کسی کا بھی نہیں ہوا۔!"

وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی تھی۔ چند لمحے اُسی کیفیت کے تحت فیاض کی جانب نگراں رہی پھر بولی تھی "یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"آدمی ذہنی کشمکش کا شاہکار ہے فیاض صاحب....!"

"میں اب بھی نہیں سمجھا....!" فیاض نے بے بسی سے کہا۔

"پھر سہی! بہر حال آپ مطمئن رہئے۔ اگر آپ میرے خلاف شکوک میں مبتلا ہیں تب بھی مجھے وہی کرنا ہے جو پہلے کہہ چکی ہوں۔ یعنی آپ کے دوست کو تلاش کر کے راہِ راست پر لانا اور اُن لوگوں سے نپٹنا جو آپ کے لئے پریشانی کا باعث بنے ہیں۔!"

"اس خواب نے تو بہت شرمندہ کیا۔!" فیاض طویل سانس لیکر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اُوہ.... کچھ نہیں.... ان معاملات میں ہم سب بے بس ہیں۔ اچھا اب آپ آرام کیجئے۔! جب بھی کوئی خواب نظر آئے خوش گوار یا ڈراؤنا مجھے اُس سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔!"

وہ چلی گئی تھی اور فیاض دم بخود بیٹھا رہ گیا تھا....! اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اُس سے یہ حماقت کیوں کر سرزد ہوئی۔ کچھ بھی ہو جاتا اُس کے سامنے خواب ہرگز نہیں دہرانا چاہئے تھا۔ اپنی اس کمزوری پر اُسے بے تحاشا غصہ آنے لگا۔ آخر کیوں....؟ پھر اُس کی موجودگی میں اپنے حواس کھو بیٹھا ہے....؟ زبان پر قابو نہیں رہتا۔ قوتِ ارادی کی گرفت سے نکل جاتی ہے۔

وہ سوچتا اور بور ہوتا رہا.... نیند اس بُری طرح غائب ہوئی تھی جیسے کبھی سویا ہی نہ ہو بستر سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔!

ذہن ابھی تک خواب کے ناگوار تاثرات سے پیچھا نہیں چھڑا سکا تھا۔

بے اختیار دل چاہ رہا تھا کہ فون پر عمران سے رابطہ قائم کرے.... لیکن بڑی عجیب بات تھی کہ اس عمارت میں فون نہیں تھا.... فیاض نے اس پر حیرت بھی ظاہر کی تھی۔ لیکن روزالی نے کہا تھا کہ وہ کسی سے سروکار نہیں رکھتی اس لئے فون بھی اُس کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اور شائد اُس کا یہ بیان صداقت پر مبنی تھا کیونکہ فیاض جب سے یہاں آیا تھا۔ ملازمین کے علاوہ اور کسی کی شکل نہیں دکھائی دی تھی۔ اُسے اس پر بھی حیرت تھی کہ اتنی حسین عورت کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں تھی۔ نہ وہ خود کہیں جاتی تھی اور نہ کوئی یہاں آتا تھا۔

ٹہلتے ٹہلتے رُک کر وہ غسل خانے کی طرف مڑا.... حلق خشک ہو رہا تھا.... بڑی شدید پیاس تھی.... ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا ہی تھا کہ یک بیک روشنی غائب ہو گئی....! غیر ارادی طور پر پیچھے ہٹ آیا.... خواب گاہ اتنی تاریک ہو گئی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا.... پتا نہیں پاور ہاؤس میں کوئی گڑبڑ ہوئی تھی یا یہاں کا فیوز اڑ گیا تھا۔ ٹٹولتا ہوا خواب گاہ کے دروازے کی طرف بڑھا.... لیکن اچانک اُس کا سر چکرایا تھا۔ پیر لڑکھڑائے اور وہ کسی مفلوج آدمی کے سے انداز میں فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر ہوش نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو سردی کا احساس ہوا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن یہ کیا....؟ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا! کمرہ تو وہی تھا جہاں اُس نے کئی راتیں بسر کی تھیں۔ لیکن سامان کا کہیں پتا نہ تھا۔ نہ مسہری تھی اور نہ دوسری آرائشی اشیاء حتیٰ کہ فرش کا قالین تک غائب تھا۔ خود فیاض ننگے فرش سے اٹھا تھا۔! وہ کمرے سے باہر نکلا پوری عمارت سنسان پڑی تھی.... اور ہر کمرے میں ویرانی نظر آئی۔ نشست کے کمرے میں اُسے اپنا سوٹ کیس فرش پر پڑا دکھائی دیا۔ دیوانہ وار اُس کی طرف جھپٹا تھا۔ اور پھر لفافے پر نظر پڑی جو سوٹ کیس پر رکھا ہوا تھا۔

لفافے سے روزالی کا خط بر آمد ہوا.... اُس نے لکھا تھا...."فیاض صاحب! محض آپ کی وجہ سے سردار گڈھ چھوڑ رہی ہوں.... آپ کے خواب نے یہ بات پوری طرح مجھ پر واضح کردی ہے کہ آپ مجھے فراڈ سمجھتے ہیں۔ صرف تین دھاریاں آپ کے جسم پر باقی رہ گئی ہیں۔ اب انہی لوگوں کو تلاش کیجئے.... جن کی حرکتوں کی بناء پر آپ اس حال کو پہنچے تھے۔!"

ایک بار پھر فیاض کر سر چکرا گیا.... اور اب وہ اُس عورت کے بارے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ ساتھ ہی ایک کسک سی بھی محسوس ہو رہی تھی.... یہی کہ اب اُسے نہ دیکھ سکے گا۔ اُس کی مترنم آواز نہ سُن سکے گا۔ اُس کی پُر اسرار مسکراہٹ اُس کے ذہن پر انجانا سا نشہ طاری نہ کر سکے گی.... روزالی.... روزالی۔

* * *

سارجنٹ نیمو نے قہقہہ لگایا۔ اور بولا "یار وہ عجیب آدمی ہے....! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آدمی بھی ہے یا نہیں۔!"

"میں پھر کہوں گا کہ اپنے کام سے کام رکھو.... عمران صاحب کے ساتھ سب کا یہی رویہ ہے۔!" صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔

یہ دونوں اُس عمارت کے کھنڈر کے قریب کھڑے تھے جسے عمران اور متوہاشی کے فرار کے بعد سنگ ہی نے تباہ کر دیا تھا۔ کھنڈر کے بعض حصوں سے اب بھی دھواں اٹھ رہا تھا.... اور ملبہ ہٹانے والے وہاں لاشیں تلاش کر رہے تھے۔ لیکن ابھی تک تو کوئی لاش بر آمد نہیں ہوئی تھی۔

آس پاس کی عمارتوں کو بھی تھوڑا بہت نقصان پہنچا تھا اور کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے تھے۔

"سوال تو یہ ہے کہ یہاں ہماری ڈیوٹی کیوں لگائی گئی ہے۔!" نیمو نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"اگر سرے سے کوئی لاش بر آمد نہ ہوئی تو ہماری ڈیوٹی ختم....!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"لاش بر آمد ہونے کی صورت میں ہمیں اُس کے بارے میں چھان بین کرنی پڑے گی۔!"

دفعتاً نیمو دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔! ایک عورت دور کھڑی انہیں اشارے کر رہی تھی۔ کوئی سفید فام غیر ملکی عورت تھی۔ نیمو نے صفدر کا بازو دبایا اور وہ بھی اُدھر ہی دیکھنے لگا۔ اُس کے متوجہ ہو جانے پر عورت ایک جانب مڑی تھی اور وہاں سے ہٹنے لگی تھی۔

"آؤ....!" صفدر بھی اُسی جانب بڑھتا ہوا بولا۔

"وہ مارا....!" نیمو چہکا۔

"کیا مطلب....!"

"میرا خیال غلط تھا۔ تمہاری بھی شناسائیاں ہیں۔!"

"بہت زیادہ....!" صفدر کے لہجے میں تلخی تھی۔

"لیکن وہ یہاں کیا کر رہی تھی۔!" نیمو بڑبڑایا۔

"خود پوچھ لینا....!" صفدر نے کہا۔

نیمو نے پھر حیرت سے اُسے دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں.... عورت تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک اسنیک بار میں داخل ہو گئی۔ صفدر نے اندر پہنچنے میں کسی قدر توقف کیا تھا۔ شائد اس لئے کہ اتنی دیر میں وہ کسی جگہ بیٹھ چکی ہو گی۔!

"بس کسی ایک سے میرا تعارف کرا دو....!" نیمو نے ہال میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

عورت ایک گوشے میں بیٹھ چکی تھی اور اُس کی پشت صدر دروازے کی طرف تھی۔

"اسی سے کرائے دیتا ہوں۔!" صفدر نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ....! حق رفاقت ادا کرو گے۔!"

"انشاءاللہ۔!"

وہ قریب پہنچے تھے اور اُس عورت پر نظر پڑتے ہی نیمو کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں.... اور صفدر نے کرسی کھسکا کر بیٹھتے ہوئے کہا تھا "یہ سارجنٹ نیمو ہیں۔!"

"میں جانتی ہوں....!" عورت بولی۔

"بس بس....!" نیمو نے صفدر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ بُری طرح جھینپ رہا تھا۔ کیونکہ یہ عورت معمولی سے میک اپ میں جولیانا فٹنر واٹر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔ قریب سے نیمو نے بھی اُسے پہچان لیا تھا۔

"کیا بات ہے....!" صفدر نے پوچھا۔!

"عمارت تباہ ہونے سے شائد دو منٹ پہلے وہ وہاں سے بر آمد ہوا تھا۔!" جولیا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”کس کی بات کر رہی ہو....!“

”عمران کی....!“

”اُوہ.... لیکن....!“

”اور متیو ہاشی اُس کے ساتھ تھی۔!“

”تو کیا وہ مل گئی....؟“

”اور کیا کہہ رہی ہوں۔“ جولیا کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

نیمو نے صفدر کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو۔ آخر یہ کہنا کیا چاہتی ہے۔!

”میں تنگ آ گئی ہوں....! میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کیا کروں....!“

”کوئی اور بات بھی ہے کیا....؟“ صفدر نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ایک تابوت داراب ہاؤس میں رکھوایا گیا تھا....؟“

”ہاں شائد اُس میں دھاری دار آدمی کی لاش تھی....!“ صفدر نے کہا۔

”نہیں....! وہ خود تھا....!“

”کیا مطلب....؟“ صفدر چونک پڑا۔

”وہ خود بنا تھا دھاریدار آدمی کی لاش۔!“

”خدا کی پناہ....!“ صفدر نیمو کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

”بڑی عجیب بات ہے....!“ نیمو بڑبڑایا۔

جولیا غصیلے لہجے میں بولی ”مجھے یقین ہے کہ اُسے ایکس ٹو کی طرف سے ایسی کوئی ہدایت نہ ملی ہو گی۔ یہ اُس کا اپنا طریق کار تھا۔!“

”بڑا بے جگر آدمی ہے۔!“ نیمو طویل سانس لے کر بولا! ”میں تو اُسے یونہی فضول سا آدمی سمجھتا تھا۔!“

”میں تو اُسے آدمی ہی نہیں سمجھتی....!“ جولیا نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

”لیکن تم مجھے وہاں سے کیوں ہٹا لائیں۔!“ صفدر نے پوچھا۔

”تم وہیں ٹھہرو گے.... سارجنٹ نیمو میرے ساتھ جائیں گے۔!“ جولیا نے کہا اور نیمو کی طرف دیکھ کر بولی ”اُس نے تمہیں سائیکو مینشن میں بلایا ہے۔!“

”عمران صاحب نے....!“

”ہاں.... تم میرے ساتھ چلو گے۔!“

”ایک ایک کپ کافی کا تو ہو جائے....!“ صفدر بولا۔

”جتنی جلد ممکن ہو....!“

صفدر نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کے لئے کہا تھا۔ اور عجلت کرنے کی تاکید کی تھی۔

”میں کہتی ہوں کہ اگر دو منٹ کی بھی تاخیر ہوتی تو خود بھی فنا ہو گیا ہوتا۔!“ جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا! صفدر پھر اُسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔

نیمو بولا ”وقت سے پہلے کوئی بھی نہیں مر سکتا۔!“

”جہالت کی بات ہے....؟“

”تو پھر وہ کیسے بچ گئے۔!“

”میں نہیں جانتی۔!“

”کیا تمہیں افسوس ہوا ہے اُس کے بچ جانے پر....!“

جولیا نے قہر آلود نظروں سے نیمو کو دیکھا تھا اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ صفدر نے موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہی گفتگو کا رخ کسی اور طرف موڑ دینا چاہا۔ لیکن جولیا بپھر گئی.... اُس نے میز پر گھونسہ مار کر کہا ”تم سب یہی چاہتے ہو کہ وہ مر جائے۔!“

صفدر کچھ نہ بولا۔ اور اُس نے نیمو کو بھی زبان بند رکھنے کا اشارہ کیا تھا۔

کافی آئی۔ تین پیالیاں بنائی گئیں اور جلدی جلدی حلق میں انڈیل لی گئیں۔

سارجنٹ نیمو نے سب سے پہلے اپنا کپ خالی کیا تھا۔

”چلو اٹھو....!“ جولیا اُس سے بولی۔

صفدر ہال ہی میں بیٹھا رہ گیا تھا اور وہ دونوں باہر آئے تھے۔ نیمو اُس کی گاڑی کی تلاش میں ادھر اُدھر نظر دوڑا کر بولا ”گاڑی کہاں پارک کی ہے....!“

”گاڑی نہیں ہے....! ٹیکسی سے چلیں گے۔!“ جولیا نے خشک لہجے میں کہا اور نیمو اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا ”پہلا اتفاق ہے۔!“

”کس بات کا....!“

”یہی کہ عمران صاحب نے خاص طور پر مجھے طلب کیا ہو۔!“

”تم ابھی نئے ہو۔!“

”اس جملے کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔!“

”کوئی ٹیکسی تلاش کرو۔ فضول باتوں میں پڑنے سے کیا فائدہ اُسی سے پوچھ لینا کہ اُس نے خصوصیت سے تمہیں کیوں بلایا ہے۔!“

اگلے موڑ پر انہیں ٹیکسی مل گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جولیا بولی۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں کہیں لے جائے گا۔!“

نیمو خاموش ہی رہا۔ جولیا پھر بولی ”میں چاہتی ہوں کہ تم اسے قابو میں رکھنے کی کوشش کرو۔!“

”میں....!“ نیمو حیرت سے بولا ”میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔!“

”وہ پاگل ہے....!“

”تب تو میری ہی سٹی گم رہے گی۔!“

”تم نہیں سمجھے.... میرا مطلب یہ ہے کہ اُسے ایسی حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش کرنا جیسی اُس نے آج کر ڈالی تھی۔!“

”واقعی بڑے دل گردے کا آدمی ہے....!“

”میں اسے حماقت سمجھتی ہوں....!“

”میرے بس سے باہر ہوگا کہ میں انہیں کسی کام سے باز رکھ سکوں۔!“ نیمو نے کہا پھر کچھ دیر خاموش رہ کر بولا ”مجھے حیرت ہے۔!“

”کس بات پر....!“

”تمہاری پریشانی پر.... ارے ہم تو ہیں ہی مرنے کے لئے....! اور پھر مسٹر عمران میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔!“

”تم نہیں سمجھ سکتے۔“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

نیمو اُس کی طرف مڑا تھا اور اُس کی آنکھوں میں دو موٹے موٹے قطرے دیکھے تھے۔

یک بیک وہ سنجیدہ ہو گیا۔! جولیا دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ شائد اسی بہانے اپنی آنکھیں خشک کر لینے کا ارادہ رکھتی تھی.... نیمو بھی انجان بن کر اپنی طرف والی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

جولیا تھوڑی دیر بعد بولی ”نہ وہ میری سنتا ہے اور نہ ان سبھوں کی....! شائد تمہاری بات مان جائے.... تم نئے ہو۔!“

”مم.... میں کوشش کروں گا۔“ نیمو اُس کی طرف مڑے بغیر بولا۔

”تمہارے متعلق وہ بڑی اچھی رائے رکھتا ہے۔!“

”خوب! مجھے تو علم نہیں۔!“

”کسی کے منہ پر اُس کی تعریف نہیں کرتا۔!“

”کیا ایکس ٹو بھی اُس کے طریق کار کو پسند نہیں کرتا۔!“

”میں نہیں جانتی....!“ وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

”کیا ایکس ٹو یہ بھی جانتا ہے کہ تم....!“

”بس....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی ”اس معاملے کو موضوع بحث مت بناؤ۔!“

”اُوہ.... اچھا....!“ وہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد جولیا نے کہا تھا اب کہیں ٹیکسی رکوا کر مجھے اُتار دینا اور خود سائیکو مینشن چلے جانا۔!“

”کیا تم ساتھ نہیں جاؤ گی۔!“

”نہیں.... صرف پیغام تم تک پہنچانا تھا۔ میں نے کہا کچھ باتیں بھی کر لوں۔!“

”تم مطمئن رہو.... میں کوشش کروں گا کہ مسٹر عمران کو قابو میں رکھوں۔ لیکن ٹھہرو... ایک بات اور.... کیا وہ مشورہ سُن لیتے ہیں۔!“

”یہی تو مصیبت ہے کچھ پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔ اس لئے مشورہ دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”پھر تو بہت مشکل ہے مس فٹز واٹر۔!“

جولیا نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ نیمو کہتا رہا ”میرا خیال ہے کہ مسٹر عمران سرے سے جمالیاتی حس ہی نہیں رکھتے۔!“

”اب تم مجھے کہیں اُتار دو....!“ جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ پچھلی سیٹ پر تنہا رہ گیا تھا۔ سائیکو مینشن پہنچ کر اُس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں عمران بیٹھتا تھا۔ دروازہ بند نظر آیا۔ اُس نے ہلکی سی دستک دی تھی۔

عجیب طرح کی گھٹی گھٹی سی آواز اندر سے آئی تھی "دروازہ مقفل نہیں ہے۔!" اُس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا....!

سامنے ہی عمران آرام کرسی پر نیم دراز نظر آیا تھا۔ لیکن عجیب حلئے میں..... جسم کے گرد چادر لپیٹ رکھی تھی اور سر پر آئیس بیگ رکھا ہوا تھا۔!

"خیریت.... جناب....!" نیمو نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"گرمی چڑھ گئی ہے کھوپڑی پر!" عمران نے کہا اور کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا "بیٹھو...!"

نیمو اُسے بغور دیکھتا ہوا بائیں جانب والی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔! عمران دوسرے ہاتھ سے آئیس بیگ سنبھالتا ہوا بولا "تمہاری ناک کی بناوٹ مجھے پسند ہے۔ اس لئے بار بار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔"

"شکریہ....!" نیمو اپنی ناک ٹٹول کر رہ گیا۔ پھر شائد اس ردعمل پر اُسے شرمندگی بھی ہوئی تھی اور وہ طرح طرح کے منہ بناتا ہوا دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

"جھینپنے کی ضرورت نہیں۔ ستواں ناک بہتر مستقبل کی ضمانت ہے۔ خواہ تم کسی بینک کی کسی ماسٹر پیس اسکیم سے فائدہ اٹھاؤ یا نہ اٹھاؤ۔!"

"مم.... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔!"

"لیکن اپنی ناک کی بناوٹ پر کبھی مغرور نہ ہونا.... ورنہ دانت جاتے رہیں گے۔!"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں....!" وہ بھنا کر بولا۔

"ناک اور کان کا معاملہ ہے.... ذرا قریب آؤ....!" نیمو اٹھ کر اُس کے قریب پہنچا تھا۔

"یہاں بیٹھ جاؤ۔!" اُس نے کرسی کی بائیں جانب فرش کی طرف اشارہ کیا۔ نیمو نے خاموشی سے تعمیل کی تھی....! عمران نے بائیں ہاتھ سے آئیس بیگ سنبھالا اور داہنے سے اُس کے گالوں کی ہڈیاں ٹٹولنے لگا۔ نیمو کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا "ٹھیک ہے، اٹھ جاؤ۔"

وہ پھر کرسی پر جا بیٹھا لیکن عمران کو بدستور حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔

"نہیں سمجھے....!" عمران نے چہک کر پوچھا۔

نیمو نے خاموشی سے سر کو منفی جنبش دی۔

"سمجھ جاؤ گے.... ذرا قلم اور پیڈ اٹھانا۔!"

نیمو نے پھر چپ چاپ تعمیل کی تھی۔ عمران پیڈ پر کچھ لکھتا رہا۔ پھر پیڈ سے وہی کاغذ نکال کر نیمو کو تھماتا ہوا بولا۔ "کمرہ نمبر تین میں اعوان کو دے دینا۔!"

نیمو نے تحریر پر نظر ڈالی تھی اور بولا تھا۔ "مسٹر عمران....! میں اسے حماقت سمجھتا ہوں۔!"

"حالانکہ اسی حماقت کے لئے میں نے تمہیں انٹر سروسز سے بلوایا ہے۔!"

"آپ نے بلوایا ہے۔!"

"قطعی....! تین ماہ تک تم میرے زیر مشاہدہ رہے تھے۔!"

"کمال ہے....!"

"یقین کرو میرے دوست....! اس خاص کام کے لئے میرے پاس پہلے جو آدمی تھا.... اُس کا چہرہ نہ جانے کیوں لمبوترا ہو گیا ہے.... قلفی کی سی شکل نکل آئی ہے۔ اب وہ زیادہ سے زیادہ فلمی ہیرو بن سکتا ہے.... اس کام کا تو رہا نہیں....!"

"لیکن میں تو مسٹر تنویر کی جگہ پر آیا ہوں۔!"

"افواہ ہے....! تنویر کے بغیر بھی ایکس ٹو کا کام چل سکتا تھا۔!"

نیمو کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات صاف دیکھے جا سکتے تھے....! وہ عمران کا پرچہ ہاتھ میں لئے کھڑا کچھ سوچتا رہا....!

"اے اب جاؤ بھی....!"

نیمو ویسے ہی موڈ میں کمرے سے نکل آیا.... اور اب وہ گراؤنڈ فلور کی طرف جا رہا تھا۔ کمرہ نمبر تین میں میک اپ کے اسپیشلسٹ اعوان کو عمران کا پرچہ دیا۔

"نو بجے....!" اعوان پرچہ پڑھنے کے بعد بولا۔ "پہلے چہرے کا اسکائی گرام لیا جائے گا۔!"

پھر اُس نے بھی ایک پرچہ تھما کر کہا "کمرہ نمبر بارہ میں جایئے....!"

"یعنی چہرے کا ایکسرے....!" نیمو بوکھلا کر بولا۔

"بے فکر رہئے.... اسکا سسٹم دوسرا ہے.... آنکھوں میں کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا۔!" اعوان نے کہا۔

کمرہ نمبر بارہ میں بھی نپٹنے کے بعد نیمو نے ایک بار پھر عمران کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔ دروازے پر دستک دی....! اندر سے اجازت مل جانے پر ہینڈل گھمایا۔ لیکن دروازہ کھولتے

ہی جھٹکے کے ساتھ رُک گیا۔! کیونکہ اس بار عمران فرش پر سر کے بل کھڑا نظر آیا۔

"نیچے سے بھی ٹھیک ہی لگتے ہو.... بیٹھ جاؤ....!" اُس نے کہا۔

"لل.... لیکن آپ....!" نیمو ہکلا کر رہ گیا۔

"میری فکر نہ کرو۔ پہلے گرمی چڑھ گئی تھی۔ اب ٹھنڈک اُتار رہا ہوں۔!"

"وہ بیچاری ٹھیک ہی رو رہی تھی۔" نیمو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کون بیچاری....؟" عمران یک بیک سیدھا ہو گیا۔

"نہیں آپ اپنا شغل جاری رکھئے۔ دھماکے نے آپ کے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا ہے۔!"

"نہیں.... بتاؤ.... تم کس بیچاری کی بات کر رہے تھے۔!"

"معافی چاہتا ہوں.... ایک مہمل سا جملہ زبان سے نکل گیا تھا۔!"

عمران نے شانوں کو جنبش دی اور سر ٹٹولتا ہوا پھر آرام کرسی پر لیٹ گیا۔

"آخر یہ کس قسم کا میک اپ ہے جس کے لئے چہرے کا اسکائی گرام لیا جائے گا۔!"

"بہت خاص قسم کا.... ایسا کہ نہ پہچانے جاسکو اور نہ عرصہ تک اُس کے ضائع ہونے کا امکان ہو۔!"

"کیا آپ مجھے کہیں لے جائیں گے....؟"

"میں نہیں لے جاؤں گا۔ تم لے جاؤ گے مجھے....!"

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"میری بات سمجھنے کے لئے انجام کا منتظر رہنا پڑتا ہے....!"

"خدا جانے....!" نیمو سر جھٹک کر رہ گیا۔

"ضرور تمہیں کسی نے بہکایا ہے....!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... میں بچہ نہیں ہوں۔!"

"آخر وہ رونے والی کون تھی۔ تمہیں سرسام تو نہیں ہو گیا تھا کہ ہذیان بک رہے تھے۔!"

"جولیانا فٹنر واٹر....!"

"اچھا....!" عمران نے طویل سانس لی اور اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا "یار! تم ان لوگوں کے چکر میں مت پڑنا۔!"

"اُس نے آپ کے خلاف کچھ نہیں کہا تھا۔!"

"کیا کہہ رہی تھی....!"

"اب میں کیا بتاؤں.... آپ خود سمجھ دار ہیں۔!"

"بالکل گھامڑ ہوں.... ضرور بتاؤ۔!"

"آپ کو اُس کی پرواہ نہیں.... وہ آپ کے لئے بہت فکر مند رہتی ہے۔!"

"میں کون ہوتا ہوں اس کی پرواہ کرنے والا۔ رہی فکر مندی کی بات تو پورے شہر کو میری ہی فکر رہتی ہے....!"

نیمو کچھ نہ بولا۔ اپنے اس غیر محتاط رویئے پر خاصی ندامت محسوس کر رہا تھا۔ اُسے براہِ راست یہ ذکر چھیڑنا ہی نہ چاہئے تھا۔!

"دیکھو دوست....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "اپنے کام سے کام رکھنا بہترین پالیسی ہے۔ اسے ہر حال میں یاد رکھو....!"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھے اپنے رویئے پر افسوس ہے....!"

"بس اب جاؤ.... بقیہ باتیں میک اپ کے بعد....!" عمران نے دوبارہ سر کے بل کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔!

◆

سنگ ہی اُس عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ جس میں ذرا ہی دیر پہلے ایک بھدی سی شکستہ حال کار داخل ہوئی تھی۔ وہ دیر سے باہر کھڑا جانے کس کا منتظر تھا۔!

پورچ میں دربان سے مڈبھیڑ ہوئی اور اُس نے اُسے روکنے کے لئے اپنی شاٹ گن کر لی تھی۔!

"ابے کیوں دماغ خراب ہوا ہے۔!" سنگ نے چھوٹی چھوٹی آنکھیں نکالیں۔

"کون ہو تم....!" پہرے دار ڈپٹ کر بولا۔

"تیرے باس کا باپ.... اُس سے کہہ دے تیرا باپ آیا ہے....!"

پہرے دار نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائی تھیں۔ کیونکہ سنگ کی ظاہری حالت ایک معمولی سے آدمی سے بہتر نہیں تھی۔ ملیشیا کا شلوار سوٹ پہن رکھا تھا۔!

”جاؤ....!“ سنگ دونوں ہاتھ ہلا کر دھاڑا۔ ٹھیک اُسی وقت ایک موٹا اور پستہ قد آدمی صدر دروازے سے برآمد ہوا اور سنگ پر نظر پڑتے ہی جہاں تھا وہیں رک گیا۔ پہرے دار اُسے دیکھ کر مودب نظر آنے لگا تھا۔

موٹے آدمی کا بایاں گال اس بُری طرح پھڑکنے لگا تھا جیسے اُس نے ڈاڑھوں میں زندہ مینڈک دبا رکھا ہو۔!

”یہ مجھے اندر نہیں جانے دیتا۔!“ سنگ نے پہرے دار کی طرف ہاتھ اٹھا کر پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”ارے نہیں.... جج.... جناب عالی.... تشریف لائیے....!“ موٹے پر بوکھلاہٹ طاری ہوگئی۔ پہرے دار پر بدحواسی کا حملہ ہوا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

سنگ آگے بڑھا اور موٹے آدمی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے پوچھا ”تم اچھے تو ہونا۔!“

”جج.... جی ہاں.... کرم.... کرم.... اندر تشریف لے چلئے....!“

سنگ پہرے دار کو متحیر چھوڑ کر اندر آیا تھا۔! ادھر موٹے آدمی کی حالت بہت زیادہ غیر ہوگئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے زیادہ دیر تک اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکے گا۔ نشست کے کمرے میں پہنچ کر سنگ نے اُسے ایک صوفے کی طرف دھکیلا تھا اور دھپ سے بیٹھ کر بے بسی سے اُس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔!

”مجھے گاڑی چاہئے....!“ سنگ نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔!

”کک.... کون سی گاڑی جناب....!“

”وہی جو ابھی آئی ہے۔!“

”ارے وہ.... وہ کیا کیجئے گا.... مرسیڈیز لے جائیے....!“

”نہیں.... میں تو وہی کھٹارا لے جاؤں گا۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتا جناب....!“

”بکواس مت کرو.... تم اُس میں سے اپنا مال نکال کر اُسے میرے حوالے کر سکتے ہو۔!“

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔!“ موٹا آدمی ہانپتا ہوا بڑبڑایا۔

”کیا یہ بھی بتاؤں کہ اس کی بوڈی میں کہاں کہاں کون سا مال موجود ہے....!“

”خدا کے لئے جج.... جناب....! مجھ سے کون سا قصور سرزد ہوا ہے۔!“

”کچھ بھی نہیں....! مجھے تمہارے اُس کھٹارے کی ضرورت ہے! فی الحال کسی اچھی گاڑی میں سفر نہیں کر سکتا....!“

”آپ جانیں جناب....!“

”احمق آدمی جہاں میں جا رہا ہوں وہاں تمہارا اڈا موجود ہے! گاڑی وہیں پہنچا دی جائے گی۔!“

”مجھے افسوس ہے جناب....!“

”کیوں بکواس کر رہے ہو....!“ سنگ آنکھیں نکال کر بولا۔

”دیکھئے.... جناب.... آپ مجھے دھونسانے کی کوشش کر رہے ہیں۔!“ موٹے آدمی نے غالباً جی کڑا کر کے کہا تھا۔ لیکن آنکھیں بدستور خوف زدہ سی نظر آتی رہی تھیں۔

”اچھی بات ہے....!“ سنگ ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔ ”کھڑے ہو جاؤ۔!“

”نن.... نا.... ممکن....!“ موٹا آدمی اب اور زیادہ ہانپنے لگا تھا۔

”کیا تم اپنے ملازمین کی موجودگی میں میرے ہاتھوں پٹنا چاہتے ہو۔!“

”اب ناممکن ہے.... ناممکن....!“ موٹے کی آواز حلق میں گھٹنے لگی تھی۔!

دفعتاً سنگ نے اُس کے پیٹ پر لات رسید کی تھی.... اور وہ کچھ لوگوں کے نام لے لے کر چیخنے لگا تھا۔ دفعتاً دو قوی ہیکل آدمی سٹنگ روم میں داخل ہوئے۔

”مار ڈالو.... اسے مار ڈالو....!“ موٹا آدمی دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا....! دونوں نے سنگ کو حیرت سے دیکھا تھا اور آہستہ آہستہ اُس کی جانب بڑھنے لگے تھے....!

”ارے جھپٹ پڑو.... سالو....!“ موٹا آدمی پھر چیخا۔

لیکن ”سالے“ نہ جانے کیوں یک بیک رُک گئے۔ اور پھر موٹے آدمی نے بھی سنگ کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ لیا تھا۔

انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے.... اور سنگ موٹے آدمی کی طرف دیکھ کر سانپ کی طرح پھپھکارا.... ”گاڑی فوراً خالی کراؤ۔!“

کوئی کچھ نہ بولا۔ البتہ موٹا آدمی بُری طرح دانت پیس رہا تھا اور ساتھ ہی اپنے دونوں گرگوں کو قہر آلوذ نظروں سے دیکھے بھی جا رہا تھا۔

"میں کہہ رہا ہوں! گاڑی میرے حوالے کرو.... ورنہ اس عمارت میں ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا....!" سنگ دوبارہ گرجا۔

"اَبے.... حرام خورو.... یہ اتنا سا آدمی بھی تمہارے قابو میں نہیں آئے گا۔!" موٹے آدمی نے اُن دونوں کو للکارا تھا۔

"اس کے ہاتھ میں بتاشہ نہیں ہے سیٹھ....!" اُن میں سے ایک بولا۔

"چُپ رہو.... حرام زادے.... سب ناکارہ ہو ایک طرح سے....!"

"اے سیٹھ.... زبان سنبھال کے....!" اُسی آدمی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا "عزت نہیں بیچی تمہارے ہاتھ....!"

"ارے یہ تو ہم لوگوں کو کتوں سے بھی بدتر سمجھتا ہے....!" سنگ ہی بولا۔ "میں نے بھی اِس سالے کی نوکری کی ہے.... خطِ غلامی نہیں لکھ دیا۔!"

"تم کون ہو بھائی.... کہاں سے آئے ہو....؟" دوسرے نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"ارے چپ رہو کم بختو.... اس سے بات نہ کرو۔!" موٹا آدمی دانت پیس کر بولا۔

"سیٹھ.... تم بہت زیادہ پی گئے ہو.... یہ کوئی اچھی بات نہیں۔!" سنگ کھرکھراتی ہوئی آواز میں بولا۔ "خود بھی ڈوبو گے اور ہمیں بھی ڈبوؤ گے....!"

"اَبے.... چوپ....!" موٹا آدمی حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

"بھائی تم کس گاڑی کی بات کر رہے تھے۔!"

"خدا غارت کرے.... اس سے کیوں پوچھتا ہے....!"

"تم نشے میں ہو سیٹھ....!" اُس آدمی نے کہا اور موٹے کی طرف مڑ کر بولا "ایسے وقت میں تم ہمیشہ آرام کرتے ہو۔!"

"آرام کے بچے....! میں نشے میں نہیں ہوں۔!"

"آرام کے بچے تک پیدا کرا دیئے اور فرماتے ہیں کہ میں نشے میں نہیں ہوں!" سنگ ہنسکر بولا۔

موٹا پھر خلق پھاڑ پھاڑ کر گالیاں بکنے لگا۔

دونوں ہنس رہے تھے۔! لیکن سنگ کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ اسی دوران میں اُن دونوں نے ہاتھ گرا دیئے تھے....! اور پھر اچانک ایک نے سنگ کے ریوالور والے ہاتھ پر جھپٹا مارا.... سنگ

نے پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر اُس کے منہ پر ٹھوکر رسید کر دی۔ وہ لڑکھڑا کر دوسرے سے ٹکرایا ہی تھا کہ ریوالور کا دستہ دوسرے کی کنپٹی پر پڑا۔

"دیکھا....! دیکھا.. حرام زادو۔!" موٹا دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑے ہوئے دھاڑنے لگا۔

سنگ نے پل بھر مین دونوں کو لٹا دیا تھا.... وہ فرش پر بے حِس و حرکت پڑے ہوئے تھے اور سنگ موٹے کو گھورے جا رہا تھا۔ اور اب ایسا لگتا تھا جیسے موٹے کا حلق ہی بند ہو گیا ہو۔!

"چلو....!" سنگ ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔

"کک.... کہاں.... چلو....!"

"گیراج میں.... گاڑی خالی کر کے میرے حوالے کرو۔!"

موٹا چپ چاپ دروازے کی طرف مڑ گیا.... سنگ نے ریوالور شلوار کے نیفے میں اُڑس لیا تھا.... وہ دونوں آگے پیچھے بیرونی برآمدے میں پہنچے اور پورچ سے اُتر کر بائیں جانب مڑ گئے۔!

گیراج کمپاؤنڈ وال کے قریب مشرقی گوشے میں تھا۔ یہاں کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اور سنگ کی مطلوبہ گاڑی سے دو آدمی "مال" نکال رہے تھے۔

"جلدی کرو.... جلدی کرو!" موٹے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "گاڑی پھر جائے گی۔!"

سنگ اُس سے لگا ہوا کھڑا تھا اور ریوالور کی نال اُس کے بائیں پہلو سے چبھ رہی تھی۔

"اب تو ہٹاؤ سالے کو....!" موٹا دانت پیس کر آہستہ سے بولا! اشارہ غالباً ریوالور کی چبھنے والی نال کی طرف تھا۔!

سنگ نے صرف دباؤ کم کر کے آہستہ سے کہا "تمہارا کوئی اعتبار نہیں۔!"

موٹے نے جھلا کر ایک گندی سی گالی کے ساتھ پوچھا "گاڑی کہاں لے جاؤ گے....؟"

"سردار گڈھ.... اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہاں پہنچ کر اسے کہاں چھوڑنا پڑے گا۔!"

"کہاں پہنچاؤ گے....!"

"چیتل بار والے گیراج میں....!"

"خدا غارت کرے.... تم اڈے سے بھی واقف ہو۔!"

"میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت تمہاری موٹی توند کے اندر کیا سڑ رہا ہے۔!"

تھوڑی دیر بعد سنگ اُس شکستہ حال گاڑی کو ڈرائیو کرتا ہوا قومی شاہراہ تک لایا تھا....!

شلوار سوٹ کے اُوپر اب اُس نے تیل میں چکتا ہوا نیلے رنگ کا ایک اُوور آل بھی پہن رکھا تھا۔۔۔۔! کسٹم پوسٹ پر اُس کی گاڑی روک لی گئی۔ ساری گاڑیاں روکی جارہی تھیں۔ اُسے علم تھا کہ آج ایسا ضرور ہو گا۔ پولیس شہر سے نکاسی کے راستوں کی نگرانی کرے گی اور اُس کا حلیہ جاری کردیا گیا ہو گا۔ اسی لئے اُس نے اس شکستہ حال گاڑی کے لئے چھینا جھپٹی کی تھی۔

ایک پولیس مین نے کھڑکی کے سامنے جھکتے ہوئے اُس سے باہر نکلنے کو کہا۔۔۔۔ لہجے سے پٹھان معلوم ہوتا تھا۔۔۔۔!

"یار۔۔۔۔! کیا مصیبت ہے۔۔۔۔!" سنگ پشتو میں چیخا۔ "کرنل نے مجھے صرف ڈیڑھ گھنٹے کا وقت دیا ہے۔۔۔۔ اگر میں نے اس کی گاڑی ٹھیک کر کے نہ پہنچادی تو پھانسی پر لٹکادے گا۔۔۔۔!"

پولیس مین نے بھی اپنی زبان سنتے ہی دانت نکال دیئے اور ہاتھ ہلا کر بولا "جاؤ۔۔۔۔ جاؤ۔!"

سنگ نے ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا۔ گاڑی زن سے آگے نکل گئی۔ ایک مرحلہ تو بخیر و خوبی طے ہوا تھا۔ لیکن ابھی خدشہ تھا کہ اگلے پٹرول پمپ پر بھی ناکہ بندی کرنیوالوں سے مڈ بھیڑ ہو جائے۔

اندیشہ درست نکلا تھا۔۔۔۔! پٹرول پمپ کے قریب بھی اُس کی گاڑی روکی گئی اور اس بار روکنے والا سب انسپکٹر تھا۔!

"کیا مصیبت ہے صوبیدار!" سنگ بھنا کر بولا۔

"چیکنگ۔۔۔۔ اپنا نام اور پتہ بتاؤ۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ شناختی کارڈ نکالو۔!"

"ووٹ دینے نہیں جارہا کہ شناختی کارڈ لئے پھروں گا۔۔۔۔ یہ دیکھئے کرنل درانی صاحب کا نوٹ۔۔۔۔ اگر ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر گاڑی نہ ٹھیک ہوئی تو شامت آجائے گی میری۔۔۔۔!"

اُس نے اوور آل کی جیب سے ایک پرچہ نکال کر سب انسپکٹر کی طرف بڑھادیا تھا۔!

اُس نے پرچے کی تحریر پڑھی اور سنگ سے بولا "میں نے تمہارا نام اور پتہ پوچھا تھا۔!"

"صمد خان مکینک۔۔۔۔ آٹو گیراج نمبر تین کرم پورہ۔۔۔۔!"

"کرنل کی گاڑی کہاں ہے۔۔۔۔!"

"پرچے میں لکھا تو ہوا ہے کہ رُستم گوٹھ کے قریب خراب ہو گئی ہے۔ اُس میں کرنل صاحب کی فیملی سفر کررہی ہے۔۔۔۔!"

"جاؤ۔۔۔۔!" اُس نے پرچہ سنگ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔!

سنگ نے گاڑی آگے بڑھائی تھی۔۔۔۔ اور ٹھیک اِسی وقت ایک موٹر سائیکل بھی اسٹارٹ ہوئی تھی۔۔۔۔ اور کسی قدر فاصلے سے اُس کے پیچھے چلنے لگی تھی۔

سنگ نے اُس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ اُس کے پیچھے اُس موٹر سائیکل کے علاوہ اور بھی گاڑیاں تھیں۔!

کئی میل تک وہ اطمینان سے اسٹیرنگ کرتا رہا تھا۔ پھر اچانک نئی بپتا پڑی تھی۔ ایک پچھلا ٹائر دھماکے کے ساتھ فلیٹ ہو گیا تھا۔ گاڑی بائیں جانب سڑک کے کنارے اُترتی چلی گئی۔! سنگ نے بریک لگائے اور انجن بند کر کے نیچے اُتر آیا۔ چہرے پر عجیب تاثر تھا جیسے خود اپنا مضحکہ اڑا رہا ہو۔

تعاقب کرنے والی موٹر سائیکل آگے نکلی چلی گئی تھی۔ سنگ نے گاڑی کا ڈکے اٹھایا۔ اوپر تلے تین پہیئے رکھے ہوئے نظر آئے۔ آنکھوں میں اطمینان کی جھلکیاں دکھائی دیں۔۔۔۔ لیکن پھر جیسے ہی اُن میں سے ایک کو آزمانے چلا تھا چہرے کی رنگت بگڑ گئی تھی۔۔۔۔ وہ پہیہ ناکارہ تھا۔

"خدا غارت کرے!" وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا "تینوں بیکار ہیں۔ موٹے حرام زادے۔!"

اُن میں سے کسی ایک پہیئے کی مرمت ہو سکتی تھی لیکن اُسے اُس کے لئے قریباً دس میل پیچھے واپس جانا پڑتا اور اب وہ دوبارہ پیٹرول پمپ کی طرف جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا ورنہ کسی سے بھی لفٹ مل سکتی تھی۔ اور اُدھر سے بھی لفٹ لے کر واپس آسکتا تھا۔!

دوسری طرف موٹر سائیکل سوار دو تین فرلانگ آگے جا کر رُکا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر موٹر سائیکل کو بائیں جانب سڑک کے نیچے اُتارتا لیتا چلا گیا۔! یہاں سے زمین کی سطح بتدریج اونچی ہوتی گئی تھی اور کئی فٹ اونچی جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔

اُس نے موٹر سائیکل کو جھاڑیوں میں چھوڑا اور خود اوپر چڑھتا چلا گیا۔! بندروں کی سی پھرتی کا مظاہرہ کررہا تھا۔ ایک جگہ رُک کر اُس نے شانے سے لٹکے ہوئے تھیلے سے دوربین نکالی اور اُسی سمت دیکھنے لگا تھا جدھر سنگ کو چھوڑ آیا تھا۔۔۔۔ پھر دوربین تھیلے میں ڈالی تھی اور تیزی سے نیچے اُترا تھا۔ موٹر سائیکل کے قریب پہنچ کر وہ پیکٹ کھولا جو کیریئر سے بندھا ہوا تھا اور اُسے اٹھائے ہوئے دوبارہ اُسی طرف چل پڑا جہاں سے سنگ ہی کو دوربین سے دیکھ چکا تھا۔!

اوپر پہنچ کر اُس نے بڑی تیزی سے اُس پیکٹ کو کھول ڈالا۔ پیکٹ سے ایک ایسی رائفل برآمد ہوئی جو تین ٹکڑوں میں منقسم تھی۔۔۔۔ اُس نے پھرتی سے تینوں ٹکڑوں کو جوڑا اور نال کے اوپر

دو، بین فٹ کرنے لگا۔

ادھر سنگ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ کسی سے لفٹ تو لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر اُس نے سوچا کیوں نہ دوسری طرف بھی فلیٹ وہیل ہی لگادے۔ اس طرح کسی نہ کسی رفتار سے اگلے پٹرول پمپ تک تو پہنچ ہی جائے گا۔ اور وہیں اُن دونوں پہیوں کی مرمت کرالے گا جو ڈکے میں رکھے ہوئے ہیں۔ وہ گاڑی کی سائیڈ سے ہٹ کر ڈکے کی جانب بڑھا ہی تھا کہ کوئی چیز خاصی قوت سے باڈی سے ٹکرائی اور وہ برق کی سی تیزی سے نیچے گر گیا دوسری بار اُس کے پیروں کے قریب گرد اڑی تھی اور وہ زمین پر پڑے ہی پڑے گاڑی کی دوسری جانب لڑھک گیا تھا۔

بات پوری طرح سمجھ میں آچکی تھی۔! اُس پر مخالف سمت سے دو فائر کئے گئے تھے اور وہ دونوں بار بال بال بچا تھا۔! پڑے پڑے ایسی اداکاری شروع کر دی جیسے گاڑی کے نچلے حصے میں کسی خرابی کی جگہ تلاش کر رہا ہو.... نہیں چاہتا تھا کہ دوسروں کی توجہ خاص طور پر اُس کی طرف مبذول ہو سکے۔!

پھر تیسرا فائر نہیں ہوا تھا.... لیکن وہ فوری طور پر اٹھ نہ سکا۔ اس کا تو اندازہ ہو ہی چکا تھا کہ اس طرف سے حملہ آور کو نظر نہیں آرہا ورنہ تیسرا فائر بھی ضرور ہوتا۔

تین منٹ تک یونہی پڑے رہنے کے بعد وہ اٹھا اور گاڑی کے پچھلے حصے میں جیک لگانے لگا۔! لیکن اب وہ کسی وحشی درندے کی طرح چوکنا دکھائی دیتا تھا۔!

◆

وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس طرح محو گلگشت تھے جیسے وہاں ان کے علاوہ اور کوئی موجود ہی نہ ہو....! بوڑھا آدمی سَن سفید تھا....! سر اور ڈاڑھی کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن لباس سلیقے سے پہن رکھا تھا۔! اور شائد کسی قدر اُونچا بھی سنتا تھا کیونکہ اُس کے نوجوان ساتھی کو ایک ہی بات کئی بار دہرانی پڑتی تھی۔ لیکن دونوں کے درمیان ”خوردی و بزرگی“ کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ بے حد بے تکلفی سے گفتگو کر رہے تھے۔

سردار گڈھ کی ایک حسین شام تھی۔ موسم بہار شباب پر تھا....! باغ عالم گیر کی ہر روش عطر پاش تھی! خوشبوئیں اٹکھیلیاں کرتی پھر رہی تھیں اور وہ دونوں مگن تھے! سیاحوں کی ٹولیوں سے بالکل الگ تھلگ... بسا اوقات تو ایسا معلوم ہوتا جیسے دوسروں کو چُغد سمجھتے ہوں۔ نوجوان

بوڑھے آدمی سے کہہ رہا تھا ”اگر اب میں نے تمہیں لڑکیوں کو گھورتے دیکھا تو اچھا نہ ہوگا۔!“

”گھوڑیاں کہاں ہیں۔“ بوڑھے نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”گھوڑیاں نہیں لڑکیاں!“ وہ اُس کے کان سے منہ لگا کر بولا۔

”لڑکیوں کو کیا کہہ رہے تھے۔!“

”اُنہیں مت گھورو.... تمہاری عمر کی عورتیں بھی یہاں موجود ہیں۔!“

”بھلا کیا عمر ہوگی میری....؟“

”پچھتر سے کیا کم ہوگی....!“

”پچھتر سال کی عورت لاش کہلاتی ہے لہذا اُسے گھور کر کیا کروں گا....!“

”خود تم میں کیا رکھا ہے....!“

”عشق....! عشق رکھا ہے مجھ میں جو کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔!“

”آہستہ بولو.... ورنہ اگر کسی نے سُن لیا تو پاگل خانے بھجوا دے گا۔!“

”تم نوجوانوں میں اس قدر مایوسی کیوں پائی جاتی ہے۔!“

”تم جیسے بوڑھوں کی وجہ سے.... کہیں قدم جمانے کا موقع نہیں ملتا....!“

”یہ بڑی اچھی بات کہی تم نے بوڑھوں کے بھاری بھر کم ظرف کے مقابل آنے کی جرأت بھی تو پیدا کرو....!“

”دقیانوسی بات ہے!“ نوجوان بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”اچھا چلو مجھ بوڑھے کی نظر ہی سے اپنی جوان نظر کا مقابلہ کر لو....!“

”کس طرح....!“

”اُدھر دیکھو.... پام کے گملے کے قریب جو عورت کھڑی ہوئی ہے اُس کے بائیں گال پر تمہیں کیا نظر آرہا ہے....!“

”غالباً مکھی بیٹھی ہوئی ہے....!“

”اُس کے پر بھی دکھائی دے رہے ہوں گے....!“ بوڑھے نے پوچھا۔

”بالکل دکھائی دے رہے ہیں۔!“

”بکواس....!“ بوڑھا بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیا مطلب....!"

"آنکھیں ہیں یا بٹن.... اُس کے بائیں گال پر ایک حسین سا تل ہے جو تمہیں مکھی دکھائی دے رہا ہے....!"

"میں کہتا ہوں مکھی ہے....!" نوجوان اپنی بائیں ہتھیلی پر گھونسہ مار کر بولا۔

"چلو قریب سے دیکھ لیتے ہیں....! اگر مکھی نہ ہوئی تو تم سے سمجھ لوں گا۔!" بوڑھے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"چلو.... نہ گھوڑا دور نہ میدان....!" نوجوان بھنا کر بولا۔ پھر وہ دونوں ایسے ہی انداز میں اُس عورت کی جانب بڑھے تھے کہ اُسے بھی علم ہو گیا تھا.... بڑی خوش شکل اور اسمارٹ عورت تھی اور اُس کے قریب بھی ایک فیشن ایبل بوڑھا ہی موجود تھا۔ وہ دونوں اُن کے قریب پہنچ کر رُک گئے اور بوڑھے نے نوجوان سے کہا "لو دیکھو....! خواہ مخواہ بکواس کئے جا رہے تھے....!"

"چلو بھئی مان گیا....!" نوجوان نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں غور سے دیکھو تل ہے یا مکھی....!"

"یہ کیا بکواس ہے....!" عورت کے ساتھ والا بوڑھا پیر پٹخ کر بولا۔

"مم.... معاف کیجئے گا جناب....!" نوجوان آہستہ سے بولا۔ "میرے چچا ہیں.... اور اول درجے کے سنکی....!"

"آخر بکواس کیا ہے....؟"

"پھر معافی چاہتا ہوں....! پوری طرح سُن لیجئے.... پھر جو سزا چاہے دے دیجئے گا! بات بات پر شرط لگاتے ہیں اور بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ اس وقت اپنی تیز نگاہی کی دھاک مجھ پر بٹھانا چاہتے تھے۔ کہنے لگے بتاؤ ان خاتون کے بائیں گال پر کیا ہے۔ مجھے مکھی نظر آئی کہنے لگے مکھی نہیں تل ہے۔ بس اتنی سی بات ہے....!"

"کیا کہہ رہے ہیں....!" نوجوان کے بوڑھے ساتھی نے اُس سے پوچھا۔

"اونچا بھی سنتے ہیں۔!"

"اُسے بتاتے کیوں نہیں کیا کہہ رہے ہیں....! صورت سے غصے میں معلوم ہوتے ہیں۔!"

نوجوان کا ساتھی بوڑھا پھر بولا۔

عورت کے چہرے پر بھی جھنجھلاہٹ کے آثار تھے اور وہ انہیں ناگواری سے دیکھے جا رہی تھی۔

"یہ بیہودہ پن ہے....!" عورت کے ساتھی بوڑھے نے اونچی آواز میں کہا۔

"کیا بیہودہ پن ہے....!" سنکی بوڑھا بھی آنکھیں نکال کر بولا۔ "بس ذرا شرط ہو گئی تھی....! ورنہ جیسے تمہاری بیٹی ہے ویسے ہی میری بیٹی بھی ہے....! کیوں بیٹی تم نے تو بُرا نہیں مانا.... بوڑھے انکل کو معاف کر دو۔!"

"بکواس بند کرو.... میری بیوی ہے....!" دوسرا بوڑھا جھلا کر بولا۔

"اب بتاؤ برخوردار....!" سنکی بوڑھے نے نوجوان کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"مم.... میں کیا بتاؤں....!"

"سارے بوڑھے.... حقیقتاً بوڑھے نہیں ہوتے....!"

"آخر یہ کیا بکواس کئے جا رہے ہیں۔" دوسرے بوڑھے نے نوجوان سے کہا۔ اب وہ بہت زیادہ غصے میں معلوم ہوتا تھا۔

"حضور پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ سنکی ہیں۔!" نوجوان گڑگڑا کر بولا۔

اتنے میں عورت نے دونوں کی نظر بچا کر اپنے ساتھی کو آنکھ ماری تھی اور وہ ان دونوں کو غور سے دیکھنے لگا تھا.... اتنے میں سنکی بوڑھے نے نوجوان سے پوچھا۔ "اب کیا فرما رہے ہیں۔!"

"کچھ نہیں....!" نوجوان نے غصیلے لہجے میں کہا۔!

"لیکن جناب....!" عورت کے ساتھی نے کہا۔ "میں اس جملے کی وضاحت ضرور چاہوں گا کہ سارے بوڑھے حقیقتاً بوڑھے نہیں ہوتے....!"

"اب کیا عرض کروں.... شرم آتی ہے.... میرے چچا ہیں.... اور پھر ان خاتون کی موجودگی میں۔!"

"پرواہ مت کیجئے۔ ہم دونوں بے حد آزاد خیال ہیں ورنہ اس وقت خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔"

"یہ بات تو ہے جناب....!"

"اُس جملے کی وضاحت....!"

"بات دراصل یہ ہے....!" نوجوان آہستہ سے بولا۔ "جوان عورتوں کو گھورا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اپنی عمر کی عورتوں پر عنایت فرمایا کیجئے.... نہیں مانتے۔!"

”بس اتنی سی بات تھی....!“ دوسرا بوڑھا منہ بنا کر بولا۔

”یعنی یہ کوئی بات ہی نہیں۔!“ نوجوان نے حیرت سے کہا۔

”کوئی غیر معمولی بات نہیں۔! یہ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ ہر بوڑھا حقیقتاً بوڑھا نہیں ہوتا۔!“

اس دوران میں سنکی بوڑھا ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھتا رہا تھا۔ آخر کار نوجوان سے بولا ”کیا تم میرے سلسلے میں معذرت کر رہے ہو۔!“

”کیا نہ کرنی چاہئے....!“ نوجوان نے جھنجھلا کر پوچھا۔

”ہر گز نہیں.... مجھے اپنے کسی فعل پر شرمندگی نہیں ہوتی۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ دوسرا بوڑھا ہاتھ ہلا کر بولا اور پھر نوجوان سے کہا۔ ”انہیں خواہ مخواہ غصہ نہ دلایئے.... مجھے ان سے ہمدردی ہے، نفسیاتی مریض ہیں۔“

”وہ تو ہے۔“

اب کیا فرما رہے ہیں.....!“ سنکی بوڑھے نے پوچھا۔

”کچھ نہیں....!“ نوجوان اونچی آواز میں بولا ”تمہاری پرسنالٹی کی تعریف کر رہے ہیں.... اور انہوں نے کسی بات کا بُرا نہیں مانا۔!“

”سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“ اُس نے خوش ہو کر کہا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ ”مجھے دال بخش کہتے ہیں۔!“

دوسرے بوڑھے نے گرم جوشی سے مصافحہ کرنے کے بعد نوجوان سے کہا تھا۔ ”یہ نام سمجھ میں نہیں آیا.... دال بخش....!“

”نام کا مخفف سمجھ لیجئے۔ جیسے اے.... ڈی.... اختر.... یعنی احمد دین اختر یہ انگریزی کے حروف نہیں استعمال کرتے اس لئے داور بخش کو دال بخش کر دیا ہے۔“

”اوہ.... اچھا.... اچھا.... اور آپ کا نام....!“

”خادم کو یاور بخت کہتے ہیں۔!“

”آپ بخش سے بخت کیونکر ہو گئے....!“ بوڑھے نے ہنس کر پوچھا۔

”مجھ تک پہنچتے پہنچتے ”ش“ کا ایک نکتہ اور دائرہ غائب ہو گیا ہے اور میرے بچے صرف نخ رہ جائیں گے!“

اس بات پر عورت زور سے ہنسی تھی۔ اور سنکی بوڑھا حیرت سے بھتیجے کی شکل دیکھنے لگا تھا۔!

”میرا نام ضغیم اشرف ہے....!“ دوسرے بوڑھے نے نوجوان سے کہا ”اور میں ماہر نفسیات ہوں۔! اگر آپ اپنے چچا کا نفسیاتی معالجہ کرانا چاہیں تو مجھے خوشی ہو گی۔ کوئی معاوضہ نہیں لوں گا۔

اس عمر کے لوگوں کا علاج کر کے مجھے نئے تجربات حاصل ہوتے ہیں۔!“

”کاش یہ ٹھیک ہو سکیں۔! ویسے بے حد عمدہ آدمی ہیں۔ میرے ساتھ دوستوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ اگر کبھی غلطی سے ”آپ“ کہہ دوں تو بگڑ جاتے ہیں۔! کہتے ہیں ”تم“ کہہ کر مخاطب کرو۔!“

”شاندار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!“ بوڑھے نے کہا۔

”آپ ان سے بھی زیادہ شاندار معلوم ہوتے ہیں کہ ایک ناپسندیدہ آدمی کو شاندار کہہ رہے ہیں!“

”یہ میرے لئے ناپسندیدہ نہیں ہو سکتے! میں ان کے اندر ایک درد مند آدمی دیکھ رہا ہوں۔!“

”دل درد مند نہ رکھتے تو لڑکیوں کو کیوں گھورتے پھرتے۔!“ نوجوان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔!

”میں نے آپ کا چور بھی پکڑ لیا ہے جناب“ ضغیم اشرف مسکرا کر بولا۔

”میرا چور.... کیا مطلب....؟“

”ان کی موجودگی میں احساسِ کمتری.... لڑکیاں ان کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور آپ کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں۔!“

نوجوان کے چہرے پر کھسیاہٹ آئی تھی اور وہ بغلیں جھانکنے لگا تھا۔

”پرواہ نہ کیجئے۔“ ضغیم اشرف اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”آپ کا علاج بھی ہو جائے گا۔ ابھی چلئے میرے ساتھ اور میرا ٹھکانا دیکھ لیجئے۔!“

نوجوان نے کنکھیوں سے عورت کی طرف دیکھا جو سر جھکائے کچھ سوچ رہی تھی۔ دفعتاً سنکی بوڑھے نے پوچھا۔ ”اب کیا فرما رہے ہیں....!“

”ہم لوگوں کو اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں۔“ نوجوان نے اونچی آواز میں کہا۔

”کیا بات ہوئی۔ ابھی جھگڑا کر رہے تھے اور اب گھر لے جانا چاہتے ہیں۔!“

”اپنی غلط فہمی کا ازالہ کریں گے۔“ وہ اُس کے بائیں کان سے منہ لگا کر بولا۔

”کیسی غلط فہمی۔!“

”یہ سمجھتے تھے کہ تم بس یونہی ہو۔!“

”بس یونہی کا کیا مطلب....!“ بوڑھا ضغیم اشرف کو گھورتا ہوا بولا۔

”میں نے کچھ نہیں کہا۔“ ضغیم اشرف بھی آگے بڑھا اور اُس کے کان سے منہ لگا کر بولا۔ ”یہ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں.... مطلب یہ کہ میں تو آپ کو بہت اچھا آدمی سمجھتا ہوں اور آپ کے کان سے بڑی دلآویز خوشبو آ رہی ہے....!“

”مٹی کا عطر ہے.... تین سو سال سے ہمارے خاندان میں محفوظ چلا آ رہا ہے۔!“

”میں کہہ رہا تھا کہ میرے گھر چلئے.... آپ کی طرف دل کھنچ رہا ہے۔!“

”دل کو قابو میں رکھئے.... میں ضرور چلوں گا۔“ سنکی بوڑھے نے فخریہ انداز میں اپنے بھتیجے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔!

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ وہاں سے روانہ ہوگئے تھے....! سیاہ رنگ کی مرسیڈیز کار تھی.... دونوں بوڑھے اگلی سیٹ پر بیٹھے تھے.... یاور بخت بیگم اشرف کے ساتھ پچھلی سیٹ پر تھا۔ ضعیم اشرف نے اسٹیئرنگ سنبھالا۔

”آپ لوگ غالباً سیاح ہیں....!“ بیگم اشرف نے یاور سے پوچھا۔

”جی ہاں.... شاہ دارا سے آئے ہیں۔!“

”کیسا لگا سردار گڈھ آپ کو....!“

”اس بار تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔!“

”گویا ہر سال آتے ہیں۔!“

”جی ہاں....! لیکن اتنے اچھے لوگوں سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔!“

”اپنی پسند کے لوگ تلاش کئے جاتے ہیں۔ یونہی نہیں مل جایا کرتے۔!“

”لیکن ہمیں تو تلاش کئے بغیر ہی مل گئے ہیں۔!“

”اتفاق ہے۔!“

اُدھر سنکی بوڑھا ضعیم اشرف کے کان کھا رہا تھا!“ آج کل کے لونڈے خود کو نہ جانے کیا سمجھتے ہیں۔ اب یہی ہیں ہمارے برخوردار اُن کا خیال ہے کہ یہ دنیا کے سارے علوم و فنون کے ماہر ہیں.... لیکن ابھی پوچھ لوں کہ کسی بد صورت اور اپاہج سے عشق کیوں نہیں ہوتا تو بیہوش ہی ہو جائیں گے۔!“

”نہ ضعیم اشرف ہی کچھ بول رہا تھا اور نہ اُس کا بھتیجا یاور.... کیونکہ اُس سے کچھ کہنے کے لئے یا تو چیخنا پڑتا تھا یا کان سے منہ لگا کر بات کرنی پڑتی تھی.... بس وہ خود ہی بولے جا رہا تھا۔

”انہوں نے تو آپ کی زندگی تلخ کر دی ہوگی۔!“ بیگم اشرف نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں....! انہیں شکست دینے پر آجاؤں تو گھنٹوں ان کے کان سے منہ لگائے بیٹھا بکواس کرتا رہتا ہوں اور اس طرح جکڑے رہتا ہوں کہ اٹھ کر بھاگ بھی نہیں

سکتے۔ مجھ سے زیادہ طاقتور تو نہیں ہیں۔!“

”پھر آپ ہی بتائیے.... وہ سنکی ہیں یا آپ....!“

”حقیقتاً سنکی تو دادا جان تھے۔!“

”وہ کیا کرتے تھے....!“ بیگم اشرف نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔!

”وہ کیا نہیں کرتے تھے....!“ یاور بخت ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

”کچھ تو بتائیے....!“

”مجھے تو یاد نہیں! دوسروں سے سنا ہے! ایک درجن طوطے پال رکھے تھے اور انہیں گندی گندی گالیاں رٹائی تھیں۔ ادھر کسی نے ڈیوڑھی میں قدم رکھا اور طوطوں نے للکارنا شروع کر دیا۔ آگیا حرام زادہ وقت برباد کرنے۔ تیری صورت پر پھٹکار.. کہیں اور جا مر.... وغیرہ وغیرہ...!“

بیگم اشرف ہنسی کے مارے دوہری ہوئی جا رہی تھی۔ یاور بخت طویل سانس لے کر بولا۔ ”پھر ایک دن ایسا ہوا کہ شائد کسی وجہ سے طوطوں کا موڈ خراب تھا جیسے ہی دادا جان اُن کی خبر گیری کو آگے بڑھے۔ ایک طوطے نے للکارا ”آگیا حرام زادہ وقت برباد کرنے۔“ بس پھر سبھوں نے اپنا اپنا سبق دہرانا شروع کر دیا تھا.... اُسی دن سارے طوطے ذبح کر دیئے گئے۔!“

”کمال ہے....! آپ کا گھرانہ تو ایں خانہ ہمہ آفتاب است....!“ اگلی سیٹ سے ضعیم اشرف نے کہا۔!

”جی مجھ سے کچھ فرمایا....!“ دال بخش نے چونک کر پوچھا۔

ضعیم اشرف نے سر کو منفی جنبش دی تھی۔!

”آخر مجھ سے کیوں نہیں کچھ فرماتے.... اُن برخوردار میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔!“

دفعتاً یاور بخت آگے جھکا اور اپنے چچا کے کان سے منہ لگا کر بولا۔ ”میرے ساتھ حلق نہیں پھاڑنا پڑتا۔! تم آخر جلتے کیوں ہو انکل ڈیئر....!“

”اچھا.... اچھا.... خیر.... دیکھا جائے گا۔!“ دال بخش کا سر دیر تک ہلتا رہا تھا۔

گاڑی عابد روڈ پر ایک عجیب وضع کی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔ یہ عمارت گلوب کی شکل کی تھی اور اس کا نام فانوس تھا۔!

وہ گاڑی سے اترے....!

دال بخش آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمارت کو دیکھے جا رہا تھا۔! ضعیم اشرف نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ”اندر تشریف لے چلئے۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ نہ میں انڈے سے نکلا ہوں اور نہ کسی انڈے میں داخل ہو سکتا ہوں۔!“

”آپ اندر سے اس عمارت کو دیکھ کر خوش ہو جائیں گے....!“

”مجھے باہر ہی خوش رہنے دیجئے.... زردیاں اور سفیدیاں بہت دیکھی ہیں میں نے....!“

”میں تو جا رہا ہوں....!“ یاور بخت غصیلے لہجے میں چیخا۔!

”میں باہر ہی انتظار کروں گا.... شوق سے جاؤ۔!“

ضعیم اشرف نے بے بسی سے یاور بخت کی طرف دیکھا۔

”میں نے تو پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ ایشیا کے عظیم سنکی ہیں۔!“

”میں کہتا ہوں تم جاؤ۔!“ دال بخش نے بھتیجے سے کہا۔! ”میں قیامت تک تمہارا اسی جگہ انتظار کروں گا۔!“

”اس کا کیا مطلب ہوا....!“ ضعیم اشرف نے یاور سے پوچھا۔

”کسی بات کا کوئی مطلب نہیں! میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ انہیں یہیں کھڑا رہنے دیجئے۔!“

”کمال ہے....! انہی کی وجہ سے تو میں نے اپنی اس وقت کی تفریح برباد کی ہے۔ ورنہ باغ سے ابھی کیوں آتا۔!“

”تو پھر یہیں کھڑے کھڑے انکا نفسیاتی علاج کر دیجئے۔! یہ تو ہرگز اندر نہیں جائیں گے۔!“

”آخر وہاں سے کیوں چلے آئے تھے۔!“

”اگر عمارت کی ساخت کا پتا چل جاتا تو ہرگز نہ آتے۔!“

”واقعی خطرناک قسم کی سنک معلوم ہوتی ہے۔! اور جناب عالی! نفسیاتی علاج کھڑے کھڑے نہیں ہو جاتا۔! اس میں وقت لگتا ہے۔!“

”میں جانتا ہوں....!“ یاور سر ہلا کر بولا۔

”تو پھر کیا کریں....!“

”کچھ بھی نہیں....! میں اس عمارت کو اندر سے دیکھ لینے کے لئے بے چین ہوں۔!“

”چلئے....! میں دکھاؤں....!“ بیگم اشرف بے تکلفی سے اُس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔ ”ان دونوں کو یہیں کھڑا رہنے دیجئے۔!“

اور پھر حقیقتاً یہی ہوا تھا۔ دونوں بوڑھے باہر ہی رہ گئے تھے اور وہ اُسے لئے ہوئے اندر آئی تھی۔ عمارت کا ڈھنگ عجیب تھا۔! باہر سے گلوب کی شکل تھی۔ لیکن اندر پہنچ کر یہ تصور ختم ہو گیا تھا کہ باہر سے عمارت کی بناوٹ کیا تھی....! کمرے مستطیل تھے اور چھتیں مسطح جیسے عام مکانوں کی ہوتی ہیں۔

”پروفیسر بھی سنکی ہیں۔!“ دفعتاً بیگم اشرف نے کہا۔

”اچھا تو پھر....!“

”وہ کسی نہ کسی طرح آپ کے چچا کو اندر لے آئیں گے۔ خواہ ملازموں کی مدد سے اٹھوانا ہی کیوں نہ پڑے۔!“

”غضب ہو جائے گا۔!“ یاور بوکھلا کر بولا۔

”کیا مطلب....؟“

”اگر زبردستی کی گئی تو ایک آدھ کی جان ضرور جائے گی۔!“

”میں نہیں سمجھی....!“

”بخش خاندان کا کوئی فرد اسے برداشت نہیں کر سکتا۔! جلدی کیجئے.... پروفیسر کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کیجئے....! ورنہ کسی ملازم کا خون آپ کی گردن پر ہوگا۔!“

”ہونے دیجئے....! دیکھا جائے گا.... ہاں تو آپ....!“ وہ کچھ کہتے کہتے رُک گئی۔!

”جی ہاں فرمائیے....!“

”پروفیسر ماہر نفسیات ہیں....! اور میں جسموں کی معالج ہوں۔!“

”اوہو.... لیڈی ڈاکٹر....!“

”صورت دیکھ کر بتا سکتی ہوں کہ آپ کس مرض میں مبتلا ہیں۔!“

”میں تو کسی بھی مرض میں مبتلا نہیں ہوں۔!“

”دو سال بعد آپ کو احساس ہو سکے گا کہ آپ کس موذی مرض کا شکار ہوئے ہیں۔!“

”ایسا نہ کہئے....!“ یاور بوکھلا کر بولا۔

”یقین کیجئے....!“ بیگم اشرف.... چند لمحے پُر تشویش انداز میں کچھ سوچتی رہی پھر سوال کیا”آپ نے کب سے اپنا خون ٹسٹ نہیں کرایا۔!“

”کبھی نہیں کرایا۔ ضرورت ہی نہیں پڑتی۔!“

”اسی لئے تو امراض آخری اسٹیج میں داخل ہو جانے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر تو صحت یاب ہونے میں بھی دیر لگتی ہے یا مریض جانبر ہی نہیں ہو سکتا۔!“

”خدارا بتایئے.... میں کس مرض میں مبتلا ہوں۔!“

”آپ کے اندر چیچک کے جراثیم سے متاثر ہو جانے کی ٹنڈنسی موجود ہے۔! میں پیتھالوجسٹ بھی ہوں۔ آپ کا خون ٹسٹ کر کے ثابت کر سکتی ہوں۔!“

”چیچک.. خدا کی پناہ.. میرا چہرہ داغ دار ہو جائے گا۔“یاور بہت زیادہ بدحواسی کے عالم میں بولا۔

”فکر مت کیجئے۔ اسکا تدارک بھی ہو جائے گا آپ زندگی بھر چیچک کے شکار نہ ہو سکیں گے۔!“

”تو پھر کچھ کیجئے....!“

”سب سے پہلے خون ٹسٹ کروں گی۔!“

”ضرور.... ضرور.... میں تیار ہوں.... جتنا دل چاہے خون نکال لیجئے۔!“

وہ اُسے تجربہ گاہ میں لائی تھی اور ہائپوڈرمک سیرنج سے اُس کا خون نکال کر محفوظ کر لیا تھا۔!

”آپ لوگ کہاں مقیم ہیں۔!“ اُس نے یاور سے پوچھا۔

”انٹر نیشنل کے کمرہ نمبر گیارہ اور بارہ میں۔!“

”بس کل آپ کو رپورٹ مل جائے گی اور کل ہی سے علاج بھی شروع ہو سکے گا۔ اگر آپ نے پسند کیا۔!“

”کیوں نہیں.... کیوں نہیں....! لیکن اس کا ذکر چچا سے نہ آنے پائے۔ وہ میرا مذاق اڑائیں گے.... میں اُن کی لاعلمی میں تنہا ہی آؤں گا۔!“

”یہ اور بھی اچھا ہو گا....!“ وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔”ذرہ برابر بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں....! میرا طریق علاج آپ کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے گا۔!“

”بہت بہتر.... تو کل کس وقت آؤں۔!“

”جس وقت بھی دل چاہے ہم زیادہ تر گھر ہی پر ملتے ہیں۔ آج اتفاقاً بہت دنوں بعد باغ کی

طرف جا نکلے تھے۔! خیر.... چلئے اب دیکھیں کہ آپ کے چچا صاحب پر کیا گذری۔!“

”جی ہاں.... مجھے بھی تشویش ہے۔ کہیں وہ سر کے بل نہ کھڑے ہو گئے ہوں۔!“

”کیا مطلب....؟“

”جب اُن کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں تو سر کے بل کھڑے ہو جاتے ہیں۔! اس کی پرواہ کئے بغیر کہ کہاں ہیں۔!“

وہ عمارت سے باہر آئے۔ دونوں بوڑھے اب بھی اُسی جگہ کھڑے تھے جہاں انہیں چھوڑ کر وہ اندر گئے تھے۔ دونوں کے درمیان کسی مسئلے پر بحث جاری تھی انہیں دیکھ کر خاموش ہو گئے۔!

”تم نے آج میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔!“ یاور کا چچا اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ اور یاور کھسیانے انداز میں ہنسنے لگا۔! دفعتاً بیگم اشرف آگے بڑھی اور اُس کے کان سے منہ لگا کر بولی”تو کون سی آفت آگئی۔ میں نے آپ کے بھتیجے کے کان نہیں کاٹ لئے۔!“

”ارے آپ اس کی گردن بھی کاٹ دیتیں تو مجھے پرواہ نہ ہوتی۔ لعنت ہے ایسے بھتیجے پر کہ چچا کو باہر چھوڑ کر خود اندر چلا جائے گا۔!“

”آپ بھی چلئے....!“

”جی نہیں شکریہ....! میں گول چیزوں سے دور بھاگتا ہوں۔!“

”تو پھر اپنے اوپر یہ گول کھوپڑی کیوں لئے پھر رہے ہیں۔!“ ضعیم اشرف غصیلی آواز میں چیخا۔!

”بالکل گول نہیں ہے....!“

”اگر ہوتی تو کیا ہوتا۔!“

”میں ایسا ہرگز نہ ہوتا جیسا اب ہوں۔!“

”پلیز پروفیسر....!“ یاور آہستہ سے بولا۔”ان کے منہ نہ لگئے۔ اب ان کا موڈ خراب ہو گیا ہے۔ آدمیوں کی طرح باتیں نہیں کریں گے۔!“

”کیا کہہ رہے ہو چپکے چپکے....!“ دال بخش نے پوچھا۔

”واپسی کی اجازت طلب کر رہا ہوں۔!“ یاور نے جواب دیا۔

”ہاں... بہتر ہے... اب تشریف لے جایئے!“ ضعیم اشرف نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

یاور نے اپنے چچا کا بازو پکڑا اور پھاٹک کی طرف مڑ گیا۔

”ٹھہریئے....!“ بیگم اشرف آگے بڑھ کر بولی....!”گاڑی سے بھجوائے دیتی ہوں۔!“

”کہاں تکلف کیجئے گا۔!“

”کیا فرمارہی ہیں....!“ بوڑھے نے پوچھا۔

”کہتی ہیں اپنی گاڑی سے بھجوادوں....!“

”اگر یہ کہتی ہیں تو ٹھیک ہے۔ اُن صاحب کی بات تو ہرگز نہیں مانوں گا۔!“

”جہنم میں جاؤ۔!“ کہتا ہوا پروفیسر عمارت کی طرف مڑ گیا۔

◆

سنگ نے اندازہ لگالیا تھا کہ فائر کس طرف سے ہوئے تھے۔ لیکن خود خالی ہاتھ ہونے کی بناء پر فوری طور پر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔

بہر حال وقت گذرتا رہا تھا....!اور پھر فائر نہیں ہوئے تھے۔ اُس نے گاڑی کے پچھلے حصے میں دوسری طرف بھی فلیٹ ٹائر والا وہیل لگایا تھا اور گاڑی غالباً پندرہ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل پڑی تھی۔!

اس طرح اگلے تیس میل شائد دو گھنٹے میں طے ہوئے تھے۔!اور وہ نعیم آباد کے پٹرول پمپ تک جا پہنچ تھا۔!دو ٹائروں کی مرمت کرانے کے بعد سفر دوبارہ شروع ہوا تھا۔!

سردار گڈھ پہنچتے پہنچتے رات کے تین بج گئے۔ لیکن سنگ کی پیشانی پر شکن تک نہیں تھی۔! ایسا لگتا تھا جیسے یہ روزانہ کا معمول ہو۔!

اُس کے جسم پر ایک بھی گرم کپڑا نہیں تھا اور وہ تھی سردار گڈھ کی ایک سرد رات۔ کھلی فضا میں تو اُن کے دانت بھی بجنے لگتے تھے جنہوں نے گرم سوٹوں پر اُوور کوٹ پہن رکھے ہوتے تھے۔

گاڑی ایک شبینہ ڈرگ اسٹور کے سامنے روکی تھی۔ اور اُتر کر کاؤنٹر پر آیا تھا۔ سیلز مین اُسے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اور اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے سامنے پڑے ہوئے پیڈ پر جلدی جلدی لکھنے لگا۔ ”جناب عالی پولیس آپ کی تلاش میں ہے۔ رفعت منزل کے علاوہ اور ہر جگہ آپ کو تلاش کر چکی ہے۔ وہ لوگ یہاں ایک ایسا آلہ چھوڑ گئے ہیں جس کے ذریعے ہماری گفتگو کا ایک ایک لفظ کہیں اور سُنا جا سکے گا۔!“

سنگ نے تحریر پر نظر ڈالی تھی اور ڈرگ اسٹور سے نکل کر پھر گاڑی میں آبیٹھا تھا۔ یہاں کی

پولیس کو اُس کی تلاش تھی لیکن سرنگی کے نام سے کاسموفیگ کمپنی کے مینجنگ ڈائرکٹر کی حیثیت سے بعض اُمور کی جواب دہی کرنی تھی۔ پولیس نے اُس کے دفتر کو سیل کر دیا تھا۔ لیکن عملے کے کسی فرد کو حراست میں نہیں لیا تھا۔ البتہ ہر ایک کی نگرانی جاری تھی۔

سنگ نے اُس گیراج کا رخ کیا جہاں حسبِ وعدہ گاڑی چھوڑنی تھی.... گیراج کا چوکیدار شائد اُس گاڑی کو اچھی طرح پہچانتا تھا.... اُس کے رکتے ہی دوڑا آیا لیکن پھر خلافِ توقع کسی اجنبی کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔!

”سب ٹھیک ہے....!“ سنگ سر ہلا کر بولا۔ ”گاڑی یہیں رہے گی۔ میں ادھر پہلی بار آیا ہوں.... گاڑی ایک جگہ خراب ہو گئی تھی۔ سیٹھ نے مجھے بھیجا کہ ٹھیک کر کے یہاں پہنچا دوں.... ادھر فون بھی ہے....!“

”ہے اُستاد....!“ چوکیدار نے کہا۔

”میں ایک کال کروں گا....!“ سنگ گاڑی سے اُترتا ہوا بولا۔

”ضرور استاد....!“ چوکیدار نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔'

وہ اُسے گیراج کے اُس حصے میں لایا تھا جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ سنگ نے کسی کے نمبر ڈائیل کئے۔ لیکن فوری طور پر جواب نہ ملا۔ تین بار رنگ کرنے کے بعد.... دوسری طرف سے ریسیور. اٹھائے جانے کی آواز سنی تھی۔ پھر کسی نے نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں کال کا جواب دیا۔

”کیا افیون کھا کر سوئے تھے....!“ سنگ نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”اُوہ.... اُوہ.... جناب....!معاف فرمایئے گا۔!“

سنگ نے کنکھیوں سے چوکیدار کی طرف دیکھتے ہوئے انگلش میں کہا!”شاہی دیوار کے قریب فوراً گاڑی چاہئے۔!بیس منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”اور ہاں.... خیال رکھنا کہ تمہارا تعاقب تو نہیں کیا جارہا.... اگر یہ محسوس کرو تو گاڑی کو جنرل پوسٹ آفس کے قریب چھوڑ کر خود رفوچکر ہو جانا۔ کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ دینا۔!“

”میں احتیاط رکھوں گا جناب....!لیکن ابھی تک یہاں کے کسی فرد کا تعاقب نہیں کیا گیا۔ یہ عمارت محفوظ ہے۔!“

"پھر بھی اگر تم بیس منٹ میں شاہی دیوار تک نہ پہنچے تو میں سمجھ لوں گا کہ اب گاڑی جنرل پوسٹ آفس کے قریب ملے گی۔!"

"بہت بہتر جناب...!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور سنگ نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"چائے بناؤں استاد....!" چوکیدار نے پوچھا۔

"نہیں دوست.... پھر کبھی۔!"

"تو کیا پیدل ہی جاؤ گے۔!"

"زیادہ دور نہیں جانا۔ ایک ساتھی کا گھر قریب ہے۔!" سنگ نے کہا اور گیراج سے نکلا چلا آیا۔ دس منٹ میں وہ اُس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں گاڑی منگوائی تھی.... اور یہاں اُسے سات آٹھ منٹ منتظر رہنا پڑا تھا۔

ایک لمبی سی سیاہ گاڑی مقررہ وقت سے دو منٹ پہلے ہی وہاں پہنچ گئی تھی۔!

"سب ٹھیک ہے....!" سنگ نے کھڑکی کے قریب پہنچ کر پوچھا!

"جی ہاں.... تعاقب نہیں کیا گیا۔!"

"اچھا.... پیچھے جاؤ.... میں خود ڈرائیو کروں گا۔!"

ایک آدمی اگلی سیٹ سے اُتر کر پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ سنگ نے اسٹیئرنگ سنبھالا۔ اور گاڑی حرکت میں آگئی۔

"دونوں لاشیں پہنچ گئی تھیں۔!" سنگ نے کچھ دیر بعد پوچھا!

"دونوں....!" پچھلی سیٹ والے نے حیرت سے کہا! "نہیں جناب.... صرف ایک۔!"

"کون سی پہنچی تھی۔!"

"وہی جناب جو پولیس نے جنگل سے اٹھائی تھی۔!"

"اب کہاں ہے۔!"

"ارے جناب.... آپ ہی کی ہدایت پر تو جلادی گئی تھی۔!"

"میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔!"

"میں نے آپ کی کال ریسیور کی تھی۔!"

"کس طرح یقین کرلیا تھا کہ وہ میری ہی کال تھی۔!"

"جس طرح اس وقت نیند میں ہونے کے باوجود بھی یقین کرلیا تھا۔ آپ نے اپنا نام تو نہیں بتایا تھا۔!"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس آواز اور میری آواز میں ذرّہ برابر بھی فرق نہیں تھا۔!"

"نہیں جناب....! مجھے سخت حیرت ہے۔!"

"جن سے لاش چوری کرائی گئی تھی انہیں بھی اس پر حیرت ہے لیکن یقین کرو کہ میں نے ایسا حکم کبھی کسی کو نہیں دیا۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!"

"اس دوران میں میری طرف سے اور کیا احکامات ملے ہیں۔!"

"کچھ بھی نہیں.... بس لاش کے سلسلے میں.... یا اس وقت گاڑی کے لئے۔!"

"تم جانتے ہو کہ تم میرے معتمد ترین آدمی ہو۔!"

"اس کے لئے میں شکر گذار ہوں جناب۔!"

"آج جب میں یہاں آرہا تھا تو گاڑی کا ایک ٹائر فلیٹ ہوگیا....! نیچے اُتر کر دیکھ ہی رہا تھا کہ مجھ پر دو فائر کئے گئے۔!"

"نہیں....!" دوسرا آدمی اُچھل پڑا۔

"یقین کرو....! ہر چند کہ پولیس کو میری تلاش تھی۔ لیکن کہیں کی بھی پولیس میری لاش نہیں چاہتی مجھے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔!"

"میں جانتا ہوں جناب....!"

"میرے پاس بعض حکومتوں کے بہت بڑے بڑے راز ہیں۔ ان کے خلاف دستاویزی ثبوت میرے قبضے میں ہیں۔! اس لئے کوئی بھی چپ چپاتے مار ڈالنا پسند نہیں کرے گا۔!"

"درست فرمارہے ہیں جناب....!"

"پھر دور دور تک کوئی نظر نہیں آیا تھا۔!"

"حیرت ظاہر کرنے کے علاوہ اور کیا عرض کرسکتا ہوں۔!"

"کاسموفیگ کی کیا رپورٹ ہے....؟"

"دفتر سیل کردیا گیا ہے.... عملے کی نگرانی ہورہی ہے اور آپ کی تلاش جاری ہے۔!"

”تم پر تو کسی کی نظر نہیں۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”سُنا ہے رفعت منزل کی بھی نگرانی نہیں ہو رہی۔!“

”دھوکا ہے جناب! میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ رفعت منزل کو نظر انداز کردیں گے۔!

”میرا بھی یہی خیال تھا۔!“

”اور کوئی خاص بات۔!“

”کیپٹن فیاض پھر دوڑیں لگا رہا ہے۔!“

”کیا مطلب....!“

”خدا کی پناہ! کیا آپ کو اس کا بھی علم نہیں۔!“

”سب کچھ جلدی سے بتا جاؤ۔!“

”پانچ نمبر والوں نے اُسے پکڑ کر اُس کے سینے پر کچھ دھاریاں ڈال دی تھیں پھر بیہوشی کی حالت میں سڑک کے کنارے ڈال گئے.... وہاں سے ایک عورت لے گئی.... اور کچھ دن وہاں رہا.... پھر وہ عورت بھی غائب ہو گئی.... اور اب کئی کئی میل تک دوڑتا چلا جاتا ہے۔!“

”کیا تم نے اُس عورت کو دیکھا ہے۔!“

”جی ہاں....!“

”اُس کا حلیہ بتاؤ۔!“

”حلیہ.... حلیہ....!“ وہ متفکرانہ لہجے میں بولا ”اس کے علاوہ اور کچھ یاد نہیں کہ بہت خوبصورت عورت تھی۔!“

”ہوں.... اچھا....!“

”یقین کیجئے کہ چہرے کی بناوٹ یاد نہیں....! بس یہ تاثر ذہن میں موجود ہے کہ بہت خوبصورت تھی۔!“

”مجھے یقین ہے....!“ سنگ دانت پیس کر بولا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر سنگ نے پوچھا ”اب وہ عورت کہاں ہے....؟“

”مجھے علم نہیں ہے.... میں نے تو کیپٹن فیاض پر آپ کے حکم کے مطابق پہلے ہی سے نظر

رکھی تھی۔ اس لئے اُس عورت کو بھی دیکھ سکا تھا۔ پانچ نمبر میں سارے ہی سفید فام غیر ملکی ہیں۔ میرا خیال تھا کہ وہ عورت بھی اُنہی میں سے ہو گی۔!“

”کیا خیال ہے تمہارا پانچ نمبر والوں نے یہ حرکت میرے حکم سے کی ہو گی۔!“

”آپ انچارج ہیں جناب۔!“

”ہرگز نہیں۔! میں نے پانچ نمبر والوں کو بھی ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔!“

”تو پھر وہ من مانی کر رہے ہیں۔!“

”یہی تو دیکھنا ہے۔ اگر من مانی کر رہے ہیں تو کیوں....؟“

”میں تو یہی سمجھتا تھا کہ آپ انچارج ہیں۔!“

”میں بھی یہی سمجھتا ہوں.... وہ میرے ہی چارج میں تھے۔ اور اگر کوئی تبدیلی ہوئی ہے تو مجھے اس کا علم ہونا چاہئے تھا۔!“

”قاعدے کی بات ہے۔!“

”کیپٹن فیاض کو کیوں چھیڑا گیا۔ میں نہیں جانتا۔!“

”میں جانتا ہوں۔ اُس سے کہا گیا تھا کہ اگر اُس نے اپنے اُس دوست کو واپس نہ کیا تو کسی وقت بھی اُس کا پورا جسم دھاری دار بنا دیا جائے گا۔!“

سنگ کچھ نہ بولا۔ اُس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے اور گاڑی کسی نامعلوم منزل کی طرف چلی جا رہی تھی۔!

”آج سردی بڑھ گئی ہے جناب....!“ پچھلی سیٹ والے نے کہا۔ ”اور آپ شائد گرم کپڑوں میں نہیں ہیں۔!“

”اس اوور آل کے نیچے سوتی کپڑے کا شلوار سوٹ ہے۔!“

”آپ فولاد کے بنے ہوئے ہیں جناب۔!“

”تم میرے ذاتی آدمی ہو۔ تمہارا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں۔!“

”اور آپ مجھے ہمیشہ باوفادار پائیں گے۔ میں طاقت کا پجاری ہوں۔!“

اس قضیئے سے نپٹنے کے بعد تم سردار گڈھ کے سب سے زیادہ مالدار آدمی ہو گے۔!“

”پھوٹی کوڑی بھی نہ ملے تو پروا نہ ہو گی۔ میرے لئے یہی اعزاز کیا کم ہے کہ آپ میرے ہیں۔!“

”نشانہ باز جاپانی کہاں مقیم ہے....؟“

”اُس کا کوئی خاص ٹھکانہ نہیں.... شہر میں نہیں ٹکتا۔!“

”کب سے نہیں دکھائی دیا۔!“

”شائد پرسوں دیکھا تھا.... تو کیا اُسی نے آپ پر فائر....!“

”میرا یہی خیال ہے....! وہ کئی فرلانگ دور سے صحیح نشانہ لے سکتا ہے۔! میری جگہ اور کوئی ہوتا تو....!“ سنگ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

”لیکن کیوں....؟“

”یہی تو دیکھنا ہے.... اور پھر بتاؤں گا انہیں کہ میں کیا چیز ہوں۔!“

”آپ تنظیم کے بڑوں میں سے ہیں۔!“

”سب فریب ہے۔ سفید فاموں کی بالادستی کی چھاؤں میں بڑا ہوں اور بس.... یہ مردود کتنی ہی مساوات کی باتیں کریں سب دھوکا ہوتا ہے ایک خوبصورت فریب۔!“

”یہ دھاری دار آدمی کیوں بنائے جا رہے ہیں۔!“

”مجھے نہیں بتایا گیا۔!“

”اور یہ بیچارے اپنی اصلی حالت پر آ بھی سکیں گے یا نہیں۔!“

”میں یہ بھی نہیں جانتا۔ اِسے چھوڑو اُس جاپانی کے ممکنہ ٹھکانوں کے بارے میں بتاؤ۔!“

پچھلی سیٹ والے نے کئی جگہوں کے نام لئے تھے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر اُسی نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ زیادہ تر سمن بار میں رہتا ہے۔ اس یوریشین لڑکی کی وجہ سے۔!“

”اُوہ.... تو کوئی لڑکی بھی ہے۔!“

”جی ہاں۔ ڈوروتھی نام ہے۔ اُس کا باپ رابرٹ سمن بار میں پولٹری فارمنگ کرتا ہے۔!“

”اوہو.... تو ہم سمن بار ہی والی سڑک پر تو جا رہے ہیں۔!“ سنگ نے کہا۔

”جی ہاں....! لیکن اس وقت....!“

”لگے ہاتھوں دیکھ لیتے ہیں کیسی ہے وہ لڑکی۔!“

”شوخی کے علاوہ تو اور کوئی خاص بات مجھے نظر نہیں آئی۔!“

”ماں بھی ہے۔!“

”نہیں.... صرف باپ بیٹی ہیں۔! در اصل وہ انہیں پولٹری فارمنگ کے جاپانی طریقے سکھا رہا ہے۔!“

”اب میں اُسے چینی طریقے سے عالم بالا کی طرف روانہ کر دوں گا۔ کیا وہ اُن کے ساتھ اُن کے گھر میں رہتا ہے۔!“

”نہیں فارم کے ساتھ والے ہٹ میں چوکیدار کے ساتھ رہتا ہے۔!“

”چلو دیکھتے ہیں! فارم میرا دیکھا ہوا ہے۔! وہی ہے نا جو واٹر ریزروائر کے قریب ہے۔!“

”جی ہاں وہی۔!“

”ٹھیک ہے.... چاقو ہو گا تمہارے پاس۔!“

”جج.... جی ہاں۔!“

”دینا مجھے....! میں تو بالکل خالی ہاتھ چلا تھا۔ گاڑیاں روک روک کر تلاشی لے رہے تھے۔!“

”کوئی خاص بات تھی۔!“

”اُسی ناہنجار بھتیجے سے ٹکراؤ ہو گیا تھا جس کا ذکر تم سے کر چکا ہوں۔! ساری گڑبڑ اُسی کی پھیلائی ہوئی ہے.... ورنہ بات اس قدر آگے نہ بڑھتی۔ ایشور سنگھ والا دھاری دار آدمی اُسی کے ہاتھ لگ گیا تھا۔!“

”اُسے ختم کیوں نہیں کر دیتے جناب۔!“

”میری ہی طرح وہ بھی قسمت کا سکندر ہے! ویسے مجھے یقین ہے کہ مارا جائیگا میرے ہی ہاتھوں۔!“

پچھلی سیٹ والا کچھ نہ بولا۔ گاڑی اندھیرے کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

پچھلی سیٹ والے نے چاقو نکال کر سنگ کے حوالے کر دیا۔

”گاڑی میں ٹارچ تو ہو گی ہی۔!“ سنگ نے پوچھا۔

”جی ہاں.... ٹارچ بھی ہے اور ایک ریوالور بھی۔!“

”ریوالور کی ضرورت نہیں.... غالباً اب ہم پولٹری فارم کے قریب ہیں۔!“

”جی ہاں.... بس وہ اگلے موڑ والی چڑھائی۔!“

”مجھے اندازہ ہے....! گاڑی وہیں چھوڑ دوں گا اور تم گاڑی ہی میں میرا انتظار کرو گے۔!“

”تنہا جائیں گے۔!“

"ذاتی قضیئے تنہا نپٹانے کا عادی ہوں۔!"

"آپ واقعی گریٹ ہیں۔!"

سنگ نے سڑک کے کنارے گاڑی روکنے کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا کہ دوسری گاڑیوں کے لئے دشواری نہ ہو سکے۔!

اُس نے دوسرے آدمی کو گاڑی میں چھوڑا اور خود بائیں جانب والی چڑھائی طے کرنے لگا۔!

تاروں کی چھاؤں میں راستہ دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ پھر اُس کیبن تک جا پہنچا تھا جس کی نشان دہی اُس کے ساتھی نے کی تھی۔!

وہ بے آواز چلتا ہوا دروازے تک آیا۔ ٹھیک اُسی وقت اُسے کسی کُتے کی غراہٹ سنائی دی تھی اور اُس نے چاقو کھول لیا تھا۔

پھر جیسے ہی بائیں جانب سے کتا اچھل کر اس کے اوپر آیا۔ اس نے زمین پر لوٹ لگائی اور کتے کی کریہہ آواز دور تک سناٹے کا سینہ چیرتی چلی گئی.... اس کے بعد وہ پھرتی سے کیبن کے بائیں بازو کی طرف آگیا....! زخمی کتا دروازے کے آس پاس گھسٹتا اور کریہہ آوازیں نکالتا پھر رہا تھا....! کیبن کے اندر سے کھڑبڑاہٹ سنائی دی تھی.... اور پھر کیبن کا دروازہ چرچرایا تھا۔!

سنگ دیوار سے چپک کر رہ گیا....! کوئی باہر نکلا تھا۔! پہلے ٹارچ کی روشنی دم توڑتے ہوئے کتے پر پڑی تھی.... پھر ادھر اُدھر اندھیرے میں گردش کرنے لگی تھی.... وہ جو کوئی بھی تھا اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا اور شائد تنہا ہی تھا ورنہ زبان تالو سے نہ لگی رہ جاتی۔

اتنی دیر میں سنگ پورے کیبن کا چکر کاٹ کر دائیں بازو پر پہنچ چکا تھا۔! کیبن سے برآمد ہونے والے نے ٹارچ بجھا دی تھی۔ لیکن اب بھی دروازے ہی پر کھڑا ہوا تھا.... دفعتاً سنگ نے اُس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ کر بیٹھ گیا۔!

"کک.... کون....؟" وہ خوف زدہ آواز میں بولا۔

"جاپانی کہاں ہے۔!" سنگ سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"یہاں نہیں ہے۔!" اس کا شکار ہانپتا ہوا بولا۔

"کب سے نہیں ہے....!"

"کل رات کو چلا گیا تھا۔ پھر نہیں آیا تھا.... چھوڑو مجھے۔!"

"تم چوکیدار ہو۔!"

"ہاں.... ہاں.... چھوڑو....!"

سنگ نے بائیں کہنی سے اس کی کنپٹی پر گھسا لگایا۔ اور وہ "ارے" کہہ کر بائیں جانب ڈھہتا چلا گیا۔! اس کے بعد سنگ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور پھر اُسی طرف چل پڑا تھا۔ جہاں گاڑی کھڑی کی تھی۔!

"کیا رہا جناب....!" گاڑی میں بیٹھے ہوئے آدمی نے پوچھا۔

"خواہ مخواہ ایک کتے کا خون ہو گیا۔!" سنگ اگلی نشست کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتا ہوا بولا۔ "وہ یہاں نہیں ہے۔!"

"میں نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ ایک جگہ نہیں ٹکتا۔!"

سنگ نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ سردار گڈھ کی جانب نہیں موڑی گئی تھی۔ اُس کے ساتھی نے بھی نہیں پوچھا تھا کہ اب کدھر کا قصد ہے۔

سنگ تھوڑی دیر بعد بولا تھا۔! "فی الحال سردار گڈھ میں قیام مناسب نہیں جب ساتھی ہی دغا دینے لگیں تو محتاط ہو جانا چاہئے۔!"

"آپ اُن حرام زادوں کو ساتھی کہہ رہے ہیں۔!"

"یہی تو دشواری ہے کہ حرام زادے نہیں ہیں۔ ورنہ اس طرح دغا نہ دیتے۔!"

"اپنی بات آپ ہی جانیں۔!" ساتھی آہستہ سے بڑبڑایا تھا۔

◆

کیپٹن فیاض کو ایک ہٹ کرائے پر مل گیا تھا۔ بستی سے خاصا الگ تھلگ واقع ہوا تھا۔ اسی لئے شائد مل گیا تھا۔ ورنہ سیزن میں ایسی خوش نصیبی کس کے حصے میں آسکتی۔ فیاض تو چاہتا بھی یہی تھا کہ بھیڑ بھاڑ سے کٹ جائے یہاں وہ تحیر آمیز نظروں سے دور رہ کر جتنی دیر چاہتا دوڑتا رہ سکتا تھا.... وہ تین دھاریاں جو جسم پر باقی رہ گئی تھیں سوہانِ روح بنی ہوئی تھیں۔

اس وقت بھی وہ اپنے ہٹ کے آس پاس دوڑتا پھر رہا تھا۔!

اچانک ایک جگہ کسی نے للکارا۔ "ٹھہر جاؤ۔!"

وہ بھنا کر پلٹا.... ایک باوردی پولیس انسپکٹر تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا اُسے گھورے جا رہا تھا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔!" اُس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”کیوں....؟“ فیاض نے بھی آنکھیں نکالیں۔

”کہاں رہتے ہیں۔!“

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم دخل اندازی کرنے والے کون ہو۔ کیا میں کوئی غیر قانونی حرکت کر رہا ہوں۔!“

”اے مسٹر....! سیدھی بات کا سیدھا جواب دو ورنہ دشواری میں پڑو گے۔!“

”میں اُس ہٹ میں رہتا ہوں۔!“ فیاض نے بائیں جانب والی چڑھائی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”اور اتفاق سے میرا تعلق بھی امور داخلہ ہی کے ایک شعبے سے ہے.... اس لئے میں اس مداخلت کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔ ہم کسی دوڑنے والے کو خواہ مخواہ روک کر یہ نہیں پوچھ سکتے کہ وہ کیوں دوڑ رہا ہے۔!“

”بشرطیکہ کسی کا کچھ لے کر نہ بھاگا ہو۔!“ انسپکٹر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

”بکواس بند کرو۔ ورنہ الٹا ہاتھ منہ پر دوں گا۔ میں تم سے عہدے میں بہت بڑا ہوں۔!“

سب انسپکٹر صرف ہونٹ ہلا کر رہ گیا تھا آواز نہیں نکلی تھی۔ فیاض نے جیب سے اپنا شناخت نامہ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

اُس نے اُسے ہاتھ میں لے کر دیکھا تھا اور پھر اُس پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی تھی۔ فوراً سلیوٹ کر کے ہکلایا تھا۔ ”مم... معافی چاہتا ہوں... جج جناب عالی۔ مگر بات ہی ایسی ہو گئی ہے۔!“

”کیا بات ہے....!“ فیاض نے اُس سے شناخت نامہ لیتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

”ادھر نشیب میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ کسی نے اُس کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ اور دونوں ہاتھ کاٹ لے گیا ہے۔!“

”اُوہ....!“

پھر فیاض اُس کے ساتھ جائے واردات پر پہنچا تھا۔ لیکن یہاں کچھ اور پولیس والے بھی موجود تھے۔ لاش چت پڑی ہوئی تھی۔ اور اُس کی دونوں ہتھیلیاں غائب تھیں۔ نیچے کلائی کے پاس سے الگ کر لئے گئے تھے۔

”یہ تو کوئی جاپانی لگتا ہے۔!“ فیاض آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر انسپکٹر سے پوچھا ”کچھ کاغذات بھی برآمد ہوئے ہیں۔!“

”جی نہیں۔ جیبیں خالی ہیں۔ کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی جس سے اسکی شخصیت پر روشنی پڑ سکے۔!“

”میرا خیال ہے کہ قتل کو زیادہ وقت نہیں گذرا۔ خون کی رنگت دیکھو....! شائد ایک گھنٹہ بھی نہیں گذرا۔!“

سب انسپکٹر کچھ نہ بولا۔ فیاض نے کہا ”اور میں اس دوران میں کہیں گیا بھی نہیں.... فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے.... لیکن میں نے کسی قسم کی آواز نہیں سُنی....! لاش کس نے دیکھی تھی؟“

”میں نے ہی....!“ سب انسپکٹر نے کہا ”کچھ دیر قبل ادھر سے گذرا تھا۔!“

”بڑی عجیب بات ہے کہ چپ چپاتے مر گیا۔!“ فیاض نے کہا اور لاش کے قریب پہنچ کر اس کا جائزہ لینے لگا۔!

سب انسپکٹر اپنے ساتھیوں کو آہستہ آہستہ اُس کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ سب چاق و چوبند نظر آنے لگے۔

”سیاح معلوم ہوتا ہے۔!“ فیاض اُن کی طرف مڑ کر بولا۔ ”ہوٹلوں میں چیک کیجئے۔ قطعی طور پر جاپانی ہے۔!“

”جی ہاں.... میرا بھی یہی اندازہ تھا۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ وہ تنہا یہاں کیا کر رہا تھا۔ غیر ملکی سیاح ہمیشہ ٹولیوں کی شکل میں نکلتے ہیں۔!“

”ہو سکتا ہے لاش کہیں اور سے لا کر یہاں ڈالی گئی ہو۔!“

”ہاں....! ایسا بھی ہو سکتا ہے۔!“ فیاض نے سر ہلا کر پُر تفکر لہجے میں کہا۔!

تھوڑی دیر بعد لاش اٹھوادی گئی تھی۔ اور فیاض نے سب انسپکٹر سے کہا ”اگر میری ضرورت پیش آئے تو مطلع کر دینا۔!“

”بہت بہتر جناب....! شائد آپ کی رہنمائی میں ہم مُجرم پر ہاتھ ڈال سکیں۔!“

اُن لوگوں کے چلے جانے کے بعد بھی فیاض وہیں کھڑا چاروں طرف نظریں دوڑاتا رہا تھا۔ لیکن سعی لاحاصل، کوئی ایسا نشان نہ مل سکا جو بات کو آگے بڑھا سکتا تھک ہار کر ہٹ میں واپس چلا آیا۔!

بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ اور پھر یک بیک اُس کا سارا جسم جھنجھنا اٹھا۔ دروازے کے سامنے عمران کھڑا اُسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

”آؤ.... آؤ....!“ فیاض سر ہلا کو بولا۔ ”آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!“

”پہلے میں تمہارے محکمے کو تو اطلاع دے دوں کہ تم زندہ و سلامت ہو۔!“ عمران نے کہا۔

”بکواس مت کرو... تمہاری وجہ سے اس حال کو پہنچا ہوں۔!“ فیاض آپے سے باہر ہوتا ہوا بولا۔

”دُم نکل آئی ہے.... یا سینگ نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔!“

”بس خاموش رہو.... فتح محمد خان کہاں ہے۔!“

”یار کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ پتا نہیں کس فتح محمد کی بات ہے۔!“

”کیا تم نے اُس کا خاکہ نہیں شائع کرایا تھا اخبارات میں۔!“

”اچھا.... وہ.... لیکن وہ تو مر گیا.... اور اُس کی لاش بھی غائب ہو گئی۔!“

”میں یقین نہیں کر سکتا۔!“

”یقین نہ کرنے کی وجہ۔!“ عمران نے سوال کیا، جو اب کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔

”وجہ۔!“ فیاض دانت پیس کر بولا۔!“وجہ.... یہ دیکھو وجہ۔!“

اُس نے تیزی سے اپنے گریبان کے بٹن کھول دیئے تھے.... تین رنگین دھاریاں دور سے بھی دیکھی جا سکتی تھیں۔!“

”یہ کیا ہوا....!“ بے اختیار اُس کی زبان سے نکلا تھا۔

”تمہاری وجہ سے ہوا تھا۔ اخبار میں فتح محمد خان کا اسکیچ دیکھ کر میں نے انٹر نیشنل سے تمہیں فون کال کی تھی اور تم سے جو گفتگو ہوئی تھی اُس کا علم اُن لوگوں کو ہو گیا تھا۔ لہذا انہوں نے دھوکے سے مجھے پکڑ لیا۔!“

”تمہیں پکڑ لیا۔!“ عمران چونک کر بولا۔

فیاض نے کبھی اٹک اٹک کر اور کبھی جوش و خروش کے ساتھ اپنی پوری کہانی سنائی تھی.... اور پھر دانت پیس کر بولا تھا! روزالی مہندس بھی تمہاری ہی وجہ سے کام ادھورا چھوڑ گئی۔!

”کاش میں تمہارے خوابوں سے بھی دور رہ سکتا۔!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”اب بتاؤ.... میں کیا کروں....!“ فیاض ران پر ہاتھ مار کر بولا۔

”ان تین دھاریوں کو اُس عورت کی یادگار سمجھ کر معاف کر دو۔!“

”میں واقعی تمہیں جان سے مار دوں گا۔ اور یہ بکواس ہے کہ فتح محمد کی لاش غائب ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ غائب کر دینے والے وہی ہوتے تو پھر مجھ سے اُس کا مطالبہ کیوں کیا جاتا۔!“

”مقدرات فیاض صاحب....! تمہاری قسمت میں روزالی کی آغوش شفقت لکھی ہوئی تھی۔ کیسے نصیب نہ ہوتی۔!“

”مذاق اڑا رہے ہو۔!“ فیاض حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

”دھیرج.... دھیرج....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر سنجیدگی سے بولا۔ ”تم نے اُس عورت کے ساتھ کئی دن گذارے تھے۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تم اُس کا صحیح حلیہ نہ بتا سکو گے۔!“

فیاض نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ لیکن پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ دفعتاً اُس کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔

”کیا خیال ہے.... بتاؤ حلیہ....!“

فیاض کچھ نہ بولا۔ احمقوں کی طرح عمران کی شکل دیکھتا رہا۔! عمران سر ہلا کر بولا۔ ”نہیں بتا سکتے.... اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ساری دنیا میں صرف ایک ہی عورت ایسی ہے جسے ٹکڑوں میں نہیں دیکھا جا سکتا پوری کی پوری ذہن پر حملہ آور ہوتی ہے۔!“

”نہیں....!“ فیاض بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹی تھری بی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی فیاض صاحب....!“

فیاض طویل سانس لے کر بیٹھ گیا۔ اس طرح آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھے جا رہا تھا جیسے اُس کے سر پر دوسرا سر نمودار ہو گیا ہو۔

”لہٰذا غصہ تھوکو.... اور اس بین الاقوامی کام میں میرے ہاتھ بٹاؤ۔ پتا نہیں وہ یہاں کیا کرنا چاہتی ہے۔ تمہیں اُس نے محض اس لئے الجھایا تھا کہ مجھے اُس کے پھندے میں لا پھنساؤ.... لیکن میں ان دنوں بہت زیادہ محتاط رہا ہوں۔!“

”لیکن یہ دھاریاں....!“

”محض ایک سائنسی شعبدہ....! یہ اُسی محلول سے مٹ جائیں گی جو وہ استعمال کرتی رہی تھی.... اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔!“

”لیکن تین دھاریاں باقی کیوں رہنے دیں....!“

”اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ تم پورے سینے کی صفائی کرا کے چلتے بنو گے مجھے تلاش

نہیں کرو گے....!"

"تم میں کیا خاص بات ہے۔!"

"میں اُس کی چلنے نہیں دیتا.... اور تم سے زیادہ خوبصورت ہوں۔!"

"صورت حرام ہو....!"

"صرف مردوں کے لئے.... بلکہ مُردوں کے لئے کہو....!"

"یار دیکھو میں مر جانے کی حد تک سیریس ہوں....!"

"فضول باتیں مت کرو.... تمہیں شائد علم نہ ہو کہ سنگ بھی یہیں موجود ہے۔ اور ہاں یہ لاش کا قصہ کیا تھا۔!"

"سنگ بھی موجود ہے....!" فیاض اُس کے سوال کو نظر انداز کر کے بولا۔

"ہاں.... میں نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ لیکن وہ ڈوج دے گیا۔!"

عمران نے کہا اور سنگ سے ٹکراؤ والی کہانی دہرانے لگا۔!

فیاض کے چہرے پر کرب کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ شائد اُس نے ذہن کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ عمران کے خاموش ہو جانے پر بولا "اسی طرح کسی دن خاموشی سے مر جاؤ گے۔ لاش کا بھی پتا نہیں چلے گا۔!"

"تمہاری خواہش بھی یہی ہے.... ورنہ خواب میں میری لاش کیوں نظر آئی۔ پوری نہ ہو سکنے والی خواہشیں خوابوں ہی کے ذریعے تسکین پاتی ہیں۔!"

فیاض کچھ نہ بولا.... عمران نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد کہا۔

"ذرا ایک بار پھر تو بتانا کہ اُس نے چند دھاریاں کس طرح مٹائی تھیں۔!"

"کیا کرو گے سُن کر! تم تو صرف اُس محلول کی بات کر رہے ہو جبکہ میں نے خود اُن دھاریوں کو اپنے پیروں کی طرف سے اٹھنے والے دھوئیں میں رینگتے دیکھا تھا۔!"

"دھواں چمکیلا تھا۔!"

"ہاں چمکیلا ہی سمجھ لو....! میں نے ایسا دھواں بھی پہلے کبھی نہیں دیکھا۔!"

"وہ چیز بھی دیکھی ہو گی جس سے دھواں نکل رہا تھا۔!"

"نن.... نہیں.... وہ تو نہیں دیکھ سکا تھا۔ میرے اٹھنے سے پہلے آگ بجھا دی تھی۔!"

"آگ....؟ گھاس تو نہیں کھا گئے....! تم نے دیکھی تھی آگ....!"

"نہیں....!"

"تو پھر اتنے وثوق سے آگ کی بات کیوں کر رہے ہو۔!"

"اس لئے کہ آگ کے بغیر دھواں ناممکن ہے....!"

"جاہلوں کی سی باتیں نہ کرو.... میں تمہیں بعض کیمیکلز کی آمیزش سے دھواں پیدا کر کے دکھا سکتا ہوں.... ویسے اب اپنی معلومات میں اضافہ کرو.... وہ دھواں نہیں بلکہ غبار کی شکل کا ٹیلی ویژن اسکرین تھا.... زیرولینڈ کے سائنس دانوں کی ایک انوکھی ایجاد۔!"

"شائد نشے میں معلوم ہوتے ہو۔!"

"کئی بار میرا اس سے سابقہ پڑ چکا ہے۔ فیاض صاحب....! بہر حال تھریسیا نے تمہیں خوب اُلو بنایا.... ہو سکتا ہے اُس کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہو۔ ذرا دیکھنا میری طرف....!"

"مت بکواس کرو....!" فیاض دوسری طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اب چپ چاپ اٹھو اور دروازہ بند کر دو۔!" عمران نے آہستہ سے کہا "شائد میں پھنس گیا ہوں۔ اگر مجھے تمہارے واقعات کا علم ہوتا تو شائد اسطرح کھلے عام تمہاری طرف رُخ بھی نہ کر سکتا۔!"

"کیا کہہ رہے ہو....!"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اُٹھو اور دروازہ بند کرو۔ وہ تمہیں اسی لئے اچانک چھوڑ بھاگی تھی۔"

فیاض گومگو کے عالم میں اٹھا اور دروازہ بند کر کے سٹکنی چڑھا دی پھر عمران کے قریب آ کر آہستہ سے بولا۔ "اگر میری نگرانی بھی ہوتی رہی ہے تو اس وقت آس پاس کوئی نہ ہو گا۔ کیونکہ کچھ ہی دیر قبل ان اطراف میں کسی جاپانی کی لاش پائی گئی ہے اور پولیس پوری طرح ادھر ہی متوجہ ہے۔!"

"جاپانی کی لاش....؟ کیا اُس کے کاغذات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ جاپانی تھا۔!"

"کاغذات نہیں ملے لیکن چہرے کی بناوٹ اور رنگت کی بناء پر جاپانی ہی ہو سکتا ہے۔! کسی نے اُس کا پیٹ چاک کر دیا ہے.... اور دونوں ہاتھ کاٹ لے گیا ہے۔!"

"ہاتھوں سے انہی کے پہچان لئے جانے کا اندیشہ ہوتا ہے جن کا ریکارڈ ہو پولیس کے پاس۔!" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا اور اٹھ گیا۔

"تم شائد یہ کہنا چاہتے ہو کہ قاتل لاش کی شناخت نہیں ہونے دینا چاہتا۔!"

”پھر اور کیا بات ہو سکتی ہے.... بغیر ہاتھوں کی.... لاش کا کیا مطلب ہو سکتا ہے.... اسے نہ بھولو کہ زیرو لینڈ کی تنظیم میں دنیا کی ساری اقوام کے بدمعاش افراد شامل ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ جاپانی بھی اُنہی میں سے ہو.... اپنی کسی بے احتیاطی کی پاداش میں اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا ہو۔! تمہاری نگرانی کرنے والوں میں وہ بھی شامل رہا ہو۔!“

”باتیں ختم کرو....!“ فیاض جھنجھلا کر بولا۔ ”اگر تمہارا خدشہ درست ہے تو یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو۔!“

”وہ مجھے گولی نہیں ماریں گے۔!“ عمران مسکرا کر بولا ”کیونکہ فتح محمد زندہ ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ وہ اُسے حاصل کرنا چاہتے ہیں....! وانگ لین کی لاش انہوں نے سائنٹیفک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی عمارت سے غائب کرادی تھی۔!“

”تم تو کہہ رہے تھے کہ وہ مر گیا۔!“

”نہیں زندہ ہے.... اور ایک آدمی کو جان سے مار چکا ہے۔!“

”وہ کیسے....!“

”لمبی کہانی ہے....! پھر کبھی سناؤں گا.... واقعی مجھے یہاں سے نکل جانے کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔!“ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”چلو.... مجھے پورا ہٹ دکھاؤ۔!“

”اس سے کیا ہوگا۔!“

”راہ فرار تلاش کروں گا.... ہٹ ایسی جگہ بنایا گیا ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی رخنہ ضرور مل جائے گا۔!“

ٹھیک اُسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی....! اور عمران تیزی سے دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا....! ساتھ ہی اُس نے فیاض کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کرتے ہوئے اُس کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔!

فیاض نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ یہ پولیس والوں کی دوسری ٹیم تھی۔

”ادھر نیچے جو گاڑی کھڑی ہوئی ہے کیا آپ کی ہے....؟“ انسپکٹر نے سوال کیا۔

”نہیں....؟“

”کیا کوئی یہاں آیا ہے....؟“

”پہلے مقصد بتاؤ پھر تمہاری بات کا جواب دوں گا۔!“

”آپ سیدھی طرح بتائیں گے یا....!“

”بس بس....!“ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ یہاں سبھی رنگروٹوں کے سے انداز میں بات کرتے ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ایک لاش کے سلسلے میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آچکا ہے۔!“

اُس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا شناخت نامہ پھر نکال لیا تھا ”اسے دیکھو.... اور پھر میرے سوالات کے جواب دو۔!“ اُس نے شناخت نامہ انسپکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر نے شناخت نامہ دیکھا اور بڑے ادب سے بولا تھا ”معاف فرمائیے گا جناب....!“

”اور اب بتاؤ.... کہ اُس گاڑی سے تمہیں کیا سروکار۔!“

”اس کے ٹائر اُسی قسم کے ہیں جن کے نشانات کے سلسلے میں ہم تفتیش کر رہے ہیں۔!“

”گاڑی میری اپنی نہیں لیکن میرے ہی محکمے کی ملکیت ہے....!“

”تب تو پھر وہ کوئی اور گاڑی ہوگی۔!“

”قصہ کیا ہے....؟“

”سمن بار کے ایک پولٹری فارمر نے رپورٹ درج کرائی ہے کہ پچھلی رات کسی نے اُس کے رکھوالی کے کتے کا پیٹ چاک کر دیا۔ اور اُس کے چوکیدار سے اُس کے ایک غیر ملکی مہمان کے بارے میں جو اُس وقت وہاں موجود نہیں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں اُس نے چوکیدار پر اس قدر تشدد کیا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ فارم کے قریب ہی ہمیں کسی گاڑی کے ٹائروں کے نشانات ملے تھے جو اس گاڑی....!“

”کیا وہ غیر ملکی مہمان کوئی جاپانی تھا....؟“ فیاض نے اُس کی بات کاٹ کر سوال کیا۔!

”جی ہاں....!“ انسپکٹر چونک کر بولا۔

”کچھ دیر پہلے.... بائیں جانب کے نشیب سے ہومی سائیڈ کا انسپکٹر راشد خان ایک لاش اٹھوا لے گیا ہے.... اور وہ لاش جاپانی ہی کی تھی۔!“

دفعتاً عمران دروازہ کھول کر سامنے آگیا اور فیاض سے بولا ”کپتان صاحب کیوں نہ میں انہی لوگوں کے ساتھ جا کر اُس پولٹری فارمر سے بھی پوچھ گچھ کر لوں۔!“

اگر آواز عمران کی نہ ہوتی تو فیاض چھلانگ مار کر اُسے ضرور دبوچ بیٹھتا کیونکہ شکل عمران کی نہیں تھی۔۔۔۔! بہت غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا تھا کہ وہ دہانہ کبھی عمران کا دہانہ رہا ہوگا۔ کیونکہ اب تو چار بڑے بڑے دانت نچلے ہونٹ پر چھپر کی طرح چھائے ہوئے تھے۔!

"ضرور۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔!" فیاض سنبھل کر بولا۔ "دراصل ہمیں ایک ایسے آدمی کی تلاش ہے جس کا تعلق مقتول جاپانی سے ہو سکتا ہے۔!"

"ضرور چلئے جناب۔۔۔۔!" انسپکٹر نے عمران سے کہا۔

"اور وہ گاڑی جس کے بارے میں آپ پوچھ رہے تھے انہی کے زیر استعمال ہے۔!" فیاض نے انسپکٹر سے کہا۔

"لاش کے بارے میں مجھے آپ ہی سے معلوم ہوا ہے۔۔۔۔! ہو سکتا ہے۔۔۔۔ وہ اُسی کا مہمان ہو۔ چلئے جناب۔۔۔۔!"

عمران باہر نکلا تھا۔

"آپ میرے ہی ساتھ بیٹھئے گا۔!" عمران نے انسپکٹر سے کہا۔!

"بہتر جناب۔۔۔۔!"

عمران کی گاڑی کے قریب ہی اُن کی جیپ کھڑی نظر آئی۔ عمران نے گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے انسپکٹر سے کہا "آگے ہی آجایئے۔۔۔۔!"

وہ اس کا شکریہ ادا کر کے اُس کے برابر بیٹھ گیا تھا۔! جیپ آگے تھی اور عمران کی گاڑی پیچھے۔۔۔۔ دونوں گاڑیاں سمن بار کی طرف روانہ ہو گئیں۔ انسپکٹر نے کئی بار کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ شائد اُس کے ذہن میں بھی اُس کے دانت چبھ رہے تھے۔!

"پولٹری فارمر کا کیا نام ہے۔۔۔۔!" عمران نے اُس سے سوال کیا۔

"رابرٹ فلیکس۔۔۔۔! یوریشین ہے۔ جاپانی اُس کی لڑکی ڈوروتھی کا بوائے فرینڈ تھا۔!"

"رقابت کا قصہ۔۔۔۔!"

"ہو سکتا ہے جناب۔۔۔۔!"

"خیر دیکھے لیتے ہیں۔!"

اور انسپکٹر بار بار اُس کے دانت دیکھنے لگتا تھا۔ داراب ہاؤس میں گھنی مونچھوں والے ریڈی

میڈ میک اَپ کے ضائع ہو جانے کے بعد عمران نے یہ مصنوعی دانت بنوائے تھے جو دراصل دانتوں پر خول کی طرح چڑھا لئے جاتے تھے۔۔۔۔ اور دہانے کی بناوٹ ہی بدل کر رہ جاتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ سمن بار پہنچ گئے۔۔۔۔ رابرٹ ایک دائم الخمر قسم کا آدمی ثابت ہوا۔۔۔۔ اس وقت بھی بیٹھا پی رہا تھا۔!

"کچھ معلوم ہوا۔۔۔۔!" اُس نے انسپکٹر کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔۔ اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔۔۔۔ "مجھے اپنے کتے کی موت کا بے حد غم ہے۔ آؤ بیٹھو۔۔۔۔ کیا پیو گے۔۔۔۔ میں تو صرف وہسکی پیتا ہوں۔!"

"شکریہ۔۔۔۔ ہم ڈیوٹی پر ہیں۔۔۔۔!" انسپکٹر نے کہا "ویسے اس وقت آمد کا مقصد یہ ہے کہ اُس جاپانی سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکیں۔!"

"میں کیا بتا سکوں گا۔۔۔۔!" وہ ڈوروتھی کا بوائے فرینڈ ہے۔!"

"انہی سے ملوا دیجئے۔۔۔۔!" انسپکٹر بولا۔

"وہ اُس کے لئے بہت پریشان ہے۔ پتا نہیں کون تھا جو کتے کو اس بے دردی سے مار گیا۔!"

"مس ڈوروتھی سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔!" عمران نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔!"

"کیا وہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔!"

"اس کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"اُن سے کچھ بے حد ضروری سوالات کرنے ہیں۔!"

"شوق سے کرو۔ لیکن مجھے پریشان نہ کرو۔ میں کتے کی موت پر بے حد مغموم ہوں۔!"

"لیکن ہم انہیں کہاں تلاش کریں۔!"

"کسی ملازم سے معلوم کر لو۔۔۔۔ نہ وہ میرے بارے میں کچھ جانتی ہے اور نہ میں اُس کے بارے میں۔۔۔۔ ہم دونوں کے مشاغل مختلف ہیں۔!"

"بوزنا۔۔۔۔!" انسپکٹر بولا۔

"تم خود۔۔۔۔ تم خود۔۔۔۔!" اُس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔! "مجھے اُردو ہی نہیں فارسی بھی آتی ہے۔۔۔۔ تم خود بوزنا۔۔۔۔ بندر۔۔۔۔!"

وہ سب ہنسنے لگے تھے اور رابرٹ انہیں گھونسہ دکھا کر بولا تھا!” چلے جاؤ.... اب میرے پاس مت آنا۔ ڈورو تھی جانے مجھے تو جاپانیوں سے نفرت ہے! مکار..اول درجے کے مکار ہوتے ہیں۔!“

باہر آکر انہوں نے ملازموں سے پوچھ گچھ کی تھی.... انہوں نے بتایا کہ کچھ دیر پہلے انہوں نے ڈورو تھی کو فارم کی طرف جاتے دیکھا تھا۔!

اور پھر وہ انہیں چوکیدار کے کیبن میں مل ہی گئی تھی۔ لمبے قد اور مضبوط اعضاء والی تھی۔ خوش شکل بھی تھی۔ خاص طور پر آنکھیں بڑی جاندار تھیں۔

”ہم تمہارے بوائے فرینڈ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔!“ عمران نے اس سے کہا۔

”اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے کیا کرو گے....! اُس شخص کو تلاش کرو جو اُس کا پتہ پوچھ رہا تھا۔ شائد چوکیدار کا پیٹ بھی اُس طرح پھاڑ دیتا جیسے کتے کا کیا تھا۔!“

”اُس کی بات پھر کریں گے....! فی الحال جاپانی کا نام بتاؤ۔؟“

”شی تو کیو....!“

”کہاں رہتا ہے....!“

”میں نہیں جانتی....! ویسے ہم انٹر نیشنل میں ملتے ہیں۔ اور کبھی کبھی وہ ہمارے ساتھ بھی قیام کرتا ہے....!“

”پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی۔!“

”غالباً ایک ماہ قبل انٹر نیشنل میں....! لیکن اب باتوں سے کیا فائدہ.... اُس درندے کو تلاش کرو جس نے کتے کا پیٹ چاک کر دیا۔!“

”ضرور تلاش کریں گے.... کیونکہ اُس نے جاپانی کا بھی پیٹ چاک کر دیا ہے۔!“

”نہیں....!“ وہ چیخ پڑی۔

”لہٰذا ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلو۔ تمہیں جاپانی کی لاش شناخت کرنی ہے۔!“ انسپکٹر نے کہا۔

لڑکی بے حد خوف زدہ نظر آنے لگی تھی۔ اُس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔! اور پیروں میں بھی لرزش تھی۔

”مم میں تنہا نہیں جاسکوں گی.... ڈیڈی کو بھی لے چلو....!“

لیکن ڈیڈی نے جاپانی کی موت کی اطلاع ملتے ہی قہقہہ لگایا تھا....! اور بولا تھا ”خوب ہوا.... خوب ہوا.... اُسی کی وجہ سے میرے کتے کا پیٹ پھاڑا گیا تھا۔ غالباً اُس نے وہی چاقو اُس کے لئے بھی استعمال کیا ہو گا۔ واہ کیا انصاف ہوا ہے....! میرے کتے کے بدلے ایک جاپانی۔ اب میں کتے کو بھی صبر کر لوں گا۔!“

”مس ڈورو تھی لاش کی شناخت کے لئے تنہا نہیں جانا چاہتیں۔! اس لئے تم بھی ساتھ چلو....!“ عمران نے کہا۔

”میں نہیں جاؤں گا۔ میرے اور اس کے مشاغل الگ الگ ہیں۔ کسی ولد الحرام جاپانی کو دوست بنانے سے بھی نہیں روکا تھا۔!“

”ڈیڈی پلیز....!“

”دفع ہو جاؤ.... میں نہیں جاؤں گا۔!“

”مسٹر فلیکس.... قانون کے نام پر....!“ عمران بولا۔

”تو پھر یہ ساتھ نہیں جائے گی.... میں چل کر شناخت کر دوں گا۔!“

”ہو سکتا ہے آپ غلطی کر جائیں.... جاپانیوں سے نفرت کرنے کی بناء پر آپ نے اُسے قریب سے تو دیکھا نہ ہو گا اور دور سے سارے جاپانی ایک جیسے نظر آتے ہیں۔!“ انسپکٹر نے کہا۔

”تب پھر میرے جانے سے کیا فائدہ۔!“

”ہتھکڑیاں لگا کر لے چلو....!“ دفعتاً عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیا.... کیا.... تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!“

”لگا دو.... ہتھکڑیاں۔!“

”میں قانون سے نابلد نہیں ہوں....!“

”قانون عدالت میں چلے گا.... اور عدالت ابھی دور ہے.... لگاؤ ہتھکڑیاں۔!“

”میں چل رہا ہوں....!“ وہ اٹھتا ہوا دھاڑا۔

وہ ہیڈ کوارٹر پہنچے تھے اور لاش کی شناخت کی تھی۔ انسپکٹر راشد متحیر تھا۔ اچانک اتنی جلدی لاش کی شناخت کیسے ہو گئی۔ عمران کے ساتھ والے انسپکٹر نے اُسے بتایا کہ اس کی طرح وہ بھی کیپٹن فیاض سے جا ٹکرایا تھا۔

“اور یہ کیپٹن ہی کے محکمے کے آدمی ہیں اُنہوں نے ساتھ کر دیا تھا۔!” انسپکٹر نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

“لیفٹیننٹ جنجوعہ....!” عمران نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔!

“میں کپتان صاحب سے بے حد شرمندہ ہوں۔!” راشد بولا.... “اور انہی کی عنایت سے لاش کی شناخت بھی ہو گئی۔!”

“لیکن کیا فائدہ....!” عمران بولا “ہم اُس جاپانی کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتے کہ وہ اس لڑکی کا بوائے فرینڈ تھا۔!”

“اسی طرح آہستہ آہستہ بات آگے بڑھے گی۔!”

“اچھی بات ہے....! میں ان دونوں کو سمن بار چھوڑے آتا ہوں۔!”

“آپ کہاں تکلیف کریں گے....! ہم بھجوادیں گے۔!”

“میں اپنے مخصوص طریقے اختیار کرونگا۔ شائد یہی لڑکی کار آمد ثابت ہو۔ اپنی دانست میں یہ اُسکے بارے میں کچھ نہیں جانتی... لیکن ہم اسکے کچھ نہیں سے بھی بہت کچھ نکال سکیں گے۔!”

“جیسی آپ کی مرضی.... کپتان صاحب کے تعاون کا بہت بہت شکریہ....! انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہماری رہنمائی کریں گے۔!”

عمران نے دل ہی دل میں کپتان صاحب کے سر پر ایک عدد چپت رسید کی اور اُن دونوں کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر سمن بار کی طرف روانہ ہو گیا۔

“تم نے ہتھ کڑی کا نام لے کر میری بڑی توہین کی ہے۔!” رابرٹ نے کہا جو اُسی کے برابر بیٹھا ہوا تھا اور لڑکی پچھلی سیٹ پر تھی۔!

“میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ تم دل کے بُرے نہیں ہو۔! کوئی باپ نہیں چاہتا کہ اُس کے بچے ناپسندیدہ لوگوں کے ساتھ رہیں۔!”

“وہ اس کا اعتراف نہیں کرے گی۔!”

“میرے ذاتی معاملات میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔!” لڑکی غرائی۔

“کون کر رہا ہے....!” عمران نے پوچھا۔

“اُسکے منہ مت لگو!” رابرٹ نے عمران سے کہا۔ “بعض اوقات مجھ پر گھونسہ تان لیتی ہے۔!”

“یہ تو ذہنی صحت مندی کی علامت ہے۔!” عمران بولا۔

“باپ پر گھونسہ تان لینا۔!”

“مار بیٹھنا دیوانگی ہو سکتی ہے۔ لیکن صرف دھمکی دے کر رہ جانا کوئی ایسی غیر معمولی حرکت نہیں ہے۔ جب ذرا سی رہی ہو گی تو شوخی سے ایک آدھ ہاتھ جما بھی دیتی ہو گی۔!”

“وہ اور بات تھی.... بچہ تھی....!”

“تو اب کون سی بوڑھی ہو گئی ہے۔ اگر تم خود کو پچیس سال کا تصور کر لو تو یہ دو سال سے زیادہ کی نہ رہ جائے گی۔!”

“تم کیوں پاگل پن کی باتیں کر رہے ہو۔!”

“والدین کا پاگل پن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر گھونسا تان لیا تو کون سی قیامت آ گئی۔ تمہاری ہی بیٹی تو ہے کسی اور کی نہیں۔ کسی اور کو گھونسہ دکھائے تو یقیناً پاگل سمجھی جائے گی۔ لہٰذا اُسے پاگل سمجھی جانے سے بچالو.... ڈیڈی ڈیئر....!”

“تم مجھے اس سے بھی زیادہ پاگل معلوم ہوتے ہو۔!”

“تم اپنا وقت نہ ضائع کرو دوست....!” لڑکی نے زہریلے لہجے میں کہا۔! “میں ان کی بیٹی نہیں ہوں۔ ان کی بیٹیاں تو الماری میں سجی رہتی ہیں۔!”

“بکواس بند کرو ڈورا۔!”

“میں غلط نہیں کہہ رہی اجنبی.... اس شخص کے لئے شراب مجھ سے بھی زیادہ اہم ہے۔ جتنے پیار سے یہ بوتلوں کو سہلاتا ہے کبھی میرے سر کو بھی نہیں سہلایا۔!”

“ڈورا....!” رابرٹ حلق پھاڑ کر چیخا اور لڑکی تلخی سے ہنس کر خاموش ہو گئی۔

“آپ دونوں کے درمیان یہ دیوار مجھے گراں گذر رہی ہے۔!” عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔! کوئی کچھ نہیں بولا تھا....! عمران نے گاڑی اُن کے مکان کے سامنے روکی اور رابرٹ اُتر گیا۔ لڑکی بھی اُتری تھی۔ لیکن پھر عمران کے قریب اگلی سیٹ پر آ بیٹھی تھی اور بہت زور سے دروازہ بند کیا تھا۔ رابرٹ نے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر شانوں کو جنبش دے کر عمارت کی طرف مڑ گیا۔!

“مجھے واپس لے چلو....!” ڈورا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔!

“بہت خوشی سے....!” عمران نے کہہ کر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی موڑتا ہوا بولا “مسٹر

فلیکس بہت غمگین معلوم ہوتے ہیں۔!"

"ڈھونگ ہے....!ذرا دیر شراب نہ ملے تو ایسی ہی شکل نکل آتی ہے۔!"

"ایسے آدمی سے ہمدردی ہونی چاہئے۔!"

"اب کیا تم بھی بور کرو گے....!" وہ جھلا کر بولی۔

"الفاظ واپس لیتا ہوں.... مسٹر فلیکس کا قیمہ بنا دینا چاہئے۔!"

"ہاں وہ اسی قابل ہے۔!"

"لیکن تمہارے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے۔!"

"دخل اندازی وہاں ہوتی ہے جہاں لگاؤ ہوتا ہے۔!"

"یہ بھی درست ہے....! لیکن میں نے ایسی اولادیں بھی دیکھی ہیں جنہیں ایسے لگاؤ سے شدید نفرت ہوتی ہے۔!"

"اعتدال مسٹر اعتدال.... نہ بہت زیادہ لاپرواہی اچھی ہوتی ہے اور نہ بہت زیادہ توجہ۔!"

"اسے میں تسلیم کرلوں گا۔! لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کو اُس جاپانی کی موت سے زیادہ صدمہ نہیں پہنچا۔!"

"میں نہیں جانتی وہ کون تھا کہاں سے آیا تھا۔! اُس کی صرف ایک بات مجھے پسند تھی۔ ہر وقت ہنستا ہنساتا رہتا تھا۔ اور اچھی طرح جانتا تھا کہ کیسے آدمیوں سے کس طرح پیش آنا چاہئے۔!"

"کیا وہ یہاں بالکل تنہا تھا۔!"

"میں نے اُسکے ساتھ کبھی کسی کو نہیں دیکھا.... البتہ ایک بار جب ہم ایک کیفے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک عورت وہاں آئی تھی جسے دیکھ کر وہ بُری طرح نروس ہو گیا تھا اور اُسی کے اشارے پر اٹھ کر باہر چلا گیا تھا یعنی وہ اُسے باہر لے گئی تھی۔ وہ مجھ سے معافی مانگ کر چلا گیا تھا پھر جلد ہی واپس بھی آ گیا تھا۔ اور بتایا تھا کہ وہ اس کی مالکہ تھی۔ بڑی شاندار عورت تھی۔ بے حد حسین اور زندگی سے بھرپور۔!"

"اُس کے بارے میں یہ تو بتایا ہو گا کہ وہ کہاں رہتی ہے۔!"

"نہیں.... بڑی صفائی سے کہہ دیا تھا کہ میں اُس کے بارے میں کچھ بھی نہ پوچھوں....!"

"کیا کوئی مقامی عورت تھی۔!"

"نہیں غیر ملکی تھی۔ اُس نے مجھے اُس کی قومیت بھی نہیں بتائی تھی۔ میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔!"

"کبھی اپنے کسی دشمن کا بھی ذکر کیا ہو گا۔!"

"اپنے بارے میں کبھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔ بہر حال اُس کے ساتھ اچھا وقت گذرتا تھا۔ عرصہ تک یاد رہے گا۔!"

"ہمیں ایک قاتل کی تلاش ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم بھی یہی چاہو گی کہ وہ اپنی سزا کو پہنچے۔!"

"قدرتی بات ہے....!"

"اُس کی مالکہ کا حلیہ ہی بتاؤ۔!"

"حلیہ.... بس بہت خوب صورت تھی۔!"

"مجھے تو ہر عورت بہت خوبصورت لگتی ہے۔ کس کس سے سر مارتا پھروں گا کوئی ایسی نشانی بتاؤ جس کی بناء پر اُسے دوسری عورتوں سے الگ کر سکوں....!"

"مجھے افسوس ہے کہ اس کے علاوہ اور کچھ یاد نہیں.... ہاں ٹھہریئے.... یاد آیا.... ایک آدمی.... توکیو اس کے بارے میں آپ کو شائد اس سے زیادہ کچھ بتا سکے جتنا میں جانتی ہوں۔!"

"چلو اُسی کی نشان دہی کردو۔!"

"سیامیز بار میں ایک بارٹنڈر ہے.... نام نہیں جانتی.... داہنے گال پر چوٹ کا گہرا نشان ہے اور سیامیز ہی معلوم ہوتا ہے.... کبھی کبھی وہ توکیو کو کسی کے تحریری پیغامات دیا کرتا تھا۔!"

"کس قسم کے پیغامات....!"

"میں نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی۔!"

"بہت بہت شکریہ.... شہر میں تمہیں کہاں اُتار دوں....؟"

"خواجہ اسٹریٹ میں کسی جگہ....!"

* * *

وہ دیوانہ وار کار ڈرائیو کر رہا تھا۔! کوئی سفید فام غیر ملکی تھا.... ایک ٹریفک سارجنٹ نے موٹر سائیکل پر تعاقب کر کے اُس کا چالان بھی کیا تھا....! لیکن اُس کے بعد بھی اُس کی گاڑی کی تیز رفتاری میں کمی نہیں آئی تھی۔!

مارامار شہر سے الگ تھلگ ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا۔ اور گاڑی سے اُتر کر دوڑتا ہوا عمارت کے اندر چلا گیا تھا۔!

”سام.... سام....!“ کسی کو آوازیں بھی دیتا جا رہا تھا۔!

”کیا بات ہے....!“ ایک راہداری میں دوسرے سفید فام آدمی نے اُس کا راستہ روکتے ہوئے پوچھا۔

”سام کہاں ہے....؟“

”وہ موجود نہیں ہے۔ لیکن تم اتنے بدحواس کیوں ہو رہے ہو۔!“

”کسی نے توکیو کو مار ڈالا۔ پیٹ چاک کر دیا اُس کا۔ اور دونوں ہاتھ کاٹ دیئے.... بغیر ہاتھوں کی لاش پولیس کو ملی ہے۔!“

”اُوہ... تو یہ معمہ حل ہو گیا۔!“ دوسرے نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”کک.... کیسا معمہ۔!“

”میرے ساتھ آؤ۔!“ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔! اُسے ایک کمرے میں لایا تھا اور میز پر رکھے ہوئے ایک سوٹ کیس کی طرف اشارہ کر کے بولا تھا۔ ”اسے کھول کر دیکھو۔!“

اُس نے آگے بڑھ کر سوٹ کیس کا ڈھکنا اٹھایا اور اُس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ سوٹ کیس میں دو انسانی ہاتھ اور کسی رائفل کے تین ٹکڑے رکھے ہوئے تھے۔!

”یہ تو.... یہ تو.... اُسی کی رائفل ہے....!“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔

”اور دونوں ہاتھ بھی اُسی کے ہیں۔!“ دوسرے آدمی نے کہا۔! ”اور یہ دیکھو۔!“ اُس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا تھا.... کارڈ پر تحریر تھا۔ ”بیچارے کا تحفہ.... زور آوروں کے لئے۔!“

”یہ کارڈ بھی اسی سوٹ کیس سے برآمد ہوا ہے۔!“

”لیکن یہ سوٹ کیس....!“

”ایک لڑکے کے ہاتھوں بھجوایا گیا ہے۔ بھجوانے والے نے اُسے بطورِ معاوضہ دس روپے دیئے تھے۔!“

”کس نے بھجوایا ہے....!“

”اُس مردود جونک نے.... لڑکے کے بتائے ہوئے حلیئے کے مطابق وہی ہو سکتا ہے۔!“

”مگر کیوں....؟ یہاں وہی تو ہمارا انچارج ہے۔!“

”اَب نہیں ہے، مادام نے چارج اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔!“

”کب سے۔!“

”پچھلے ہفتے سے۔!“

”لیکن اُس نے توکیو کو کیوں مار ڈالا۔!“

”مادام اَب سنگ ہی کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتیں۔ انہوں نے توکیو کو اُسے مار ڈالنے پر مامور کیا تھا۔!“

”یہ تو بہت بُرا ہوا۔ اب ہم سب خطرے میں ہیں۔!“

”بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ وہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔!“

”کیا مادام کو اس کا علم ہو گیا۔!“

”اب اطلاع دوں گا۔ محض سوٹ کیس موصول ہو جانے کی بناء پر پوری بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ تمہاری لائی ہوئی خبر سے تصدیق ہو گئی۔!“

”تو وہ مادام سے ٹکرائے گا۔ یعنی تنظیم سے۔!“

”کوئی نئی بات نہیں۔ پہلے بھی کئی لوگوں کا دماغ خراب ہو چکا ہے اور وہ اپنی سزا کو پہنچے ہیں۔!“

”سنگ خطرناک آدمی ہے۔! لیکن اچانک مادام کی ناراضگی کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔!“

”عورتوں کے چکر میں پڑ کر کام بگاڑ رہا تھا۔! اُس کی حماقتوں کی وجہ سے دوسرا آدمی پولیس کے ہاتھ لگ گیا۔! متیو ہاشی کا چکر تھا۔! پتا نہیں کس طرح وہاں سے نکل آیا ہے ورنہ مادام کے ذرائع معلومات کے مطابق اُس کا پکڑا جانا لازمی ہو گیا تھا۔!“

”تو پھر مادام کو اس کی اطلاع دے دو....!“

”میرا خیال ہے کہ انہیں معلوم ہو گیا ہے....! سوٹ کیس پہنچنے سے تھوڑی ہی دیر قبل اُن کی کال آئی تھی۔ مجھ سے کہا تھا کہ ”فانوس والوں کو فی الحال کام روک دینے کا حکم دوں۔!“

”بہت زیادہ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔!“

”سنگ نے اگر کسی طرح فانوس کیطرف پولیس کی رہنمائی کر دی تو سب کچھ برباد ہو جائے گا۔!“

دفعتاً کسی دوسرے کمرے سے فون کی گھنٹی بجنے کی آواز آئی تھی اور وہ دروازے کی طرف

بڑھا تھا۔ دونوں ساتھ ہی فون والے کمرے میں پہنچے۔

فون پر دیر تک کسی کی بات سنتا رہا تھا.... دوسرا خاموش کھڑا اُسے دیکھتا رہا تھا۔!

اُس نے سلسلہ منقطع کر کے کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا ”میں ہارڈی ں مادام۔ ایک بُری اطلاع ہے مادام۔!“

اور پھر اُس نے سوٹ کیس کی کہانی شروع کر دی تھی۔

”مجھے معلوم ہے۔!“ دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

”اور ابھی پروفیسر اشرف کی کال آئی تھی۔ اُس نے اطلاع دی ہے کہ کل اُسے عالم گیر گارڈن میں دو ایسے آدمی ملے تھے جنہوں نے چھیڑ چھیڑ کر اُس سے جان پہچان پیدا کی تھی۔ ایک ورھا تھا اور دوسرا جوان۔ وہ انہیں فانوس لے گیا اور اُس کی بیوی نے نوجوان کا خون لیا۔ ٹائپ ہے جو ہمیں درکار ہے۔! لیکن اب پروفیسر اشرف مطمئن نہیں ہے۔!“

”تم نے اُسے کام روک دینے کا حکم دیا تھا یا نہیں۔!“

”جی ہاں.... وہ تو پہلے ہی کہہ چکا تھا۔ اُس کی کال ابھی آئی ہے۔ نوجوان حسبِ وعدہ کچھ دیر س پہنچا ہے اور وہیں ہے.... اشرف نے پوچھا ہے کہ اُس کا کیا کیا جائے۔!“

”تم اُسے دیکھو اُس کی نگرانی کرو۔ اُس کے بارے میں معلومات فراہم کرو....! متیو ہاشی کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اُس نے کم از کم اتنا تو اُگل ہی دیا ہوگا جس کا اُسے علم تھا۔! لہٰذا ی مل بیٹھنے والے قابلِ اطمینان نہیں ہو سکتے۔!“

”بہت بہتر مادام.... میں دیکھتا ہوں۔!“

”جونک کی طرف سے ہوشیار رہنا۔!“

”یہ بہت بُرا ہوا ہے مادام....!“

”فکر مت کرو.... میں دیکھ لوں گی۔!“

سری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سُن کر اُس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔!

◆

بخت کو توقع تھی کہ گرم جوشی سے استقبال ہوگا....! پروفیسر اشرف سے ملاقات ہوئی ی سرد مہری سے پیش آیا جیسے کبھی کی جان پہچان ہی نہ ہو۔!

”بیگم صاحبہ نے میرا خون لیا تھا ٹسٹ کرنے کے لئے۔!“

”تو پھر بیگم صاحبہ کے پاس جاؤ.... مجھ سے کیا کہہ رہے ہو۔!“

”وہ کہاں ہیں۔!“

پروفیسر نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم کمرے میں داخل ہو کر مؤدب کھڑا ہو گیا۔

”انہیں بیگم صاحبہ کے پاس لے جاؤ۔!“ اُس نے ملازم سے کہا اور پھر اُن کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا جو سامنے میز پر رکھے ہوئے تھے۔!

ملازم یاور کو دوسرے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پروفیسر کی بیوی اندر آئی۔ جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھی اور پچھلے دن سے زیادہ حسین نظر آ رہی تھی۔!

”ہیلو یاور صاحب....!“ وہ اُسے دیکھ کر چہکی۔!”خدا کا شکر ہے کہ میرا اندیشہ غلط نکلا۔ واقعی آپ دنیا کے توانا ترین آدمیوں میں سے ہیں۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”خون میں وہ ٹنڈنسی نہیں ملی جس کا خدشہ تھا۔!“

”تب تو مجھے خوش ہونا چاہئے۔!“

”یقیناً.... کیوں نہ ہم کہیں باہر چل کر جشن منائیں اس سلسلے میں۔!“

”ضرور.... ضرور.... مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ لیکن پروفیسر۔!“

”وہ ہمارے ساتھ نہ ہوں گے۔ آپ کے چچا بھی تو نہیں ہیں۔! بس ہم دونوں ہی ہوں گے۔ دراصل پروفیسر کی موجودگی میں مجھے کسی قدر محتاط رہنا پڑتا ہے۔!“

”اُوہو.... لیکن وہ تو بہت آزاد خیال آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!“

”راز کی بات بتاؤں۔“ وہ اُس کی طرف جھک کر آہستہ سے بولی ”کوئی بوڑھا مرد جوان بیوی کے معاملے میں آزاد خیال نہیں ہو سکتا اور پھر ایسی صورت میں جبکہ وہ کسی خوبصورت اور توانا نوجوان سے مل بیٹھی ہو۔!“

”یہی تو چچا بھی کہہ رہے تھے.... مگر مجھے یقین نہیں آیا تھا۔!“ یاور بولا۔

”اچھا تو بس اب جلدی سے نکل چلو۔!“ ورنہ کوئی نفسیاتی نکتہ ہماری راہ میں حائل ہو جائے گا۔!“ وہ بائیں آنکھ دبا کر مسکرائی۔

وہ باہر آئے تھے۔ مرسیڈیز پورچ میں کھڑی تھی۔ بیگم اشرف نے اسٹیئرنگ سنبھالا.... اور گاڑی زن سے پھاٹک کی طرف دوڑ گئی۔

”وہ شائد.... پروفیسر آواز دے رہے ہیں۔!“ یاور ہکلایا۔

”مڑ کر مت دیکھو.... احمق کہیں کے....!“ وہ دانت پیس کر بولی تھی۔

یاور کو اُس نے اپنے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بٹھایا تھا۔ گاڑی کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔

”پہلے انٹر نیشنل چلیں گے۔ کچھ دیر تمہارے چچا سے جھک جھک رہے گی۔!“ بیگم اشرف نے کہا۔

”وہ تنہا ہی کسی طرف نکل گئے ہوں گے۔!“

”تب تو اور بھی اچھا ہے۔ سکون سے دُنیا کی باتیں کر سکیں گے۔ میں تو تنگ آگئی ہوں اس زندگی سے ہر وقت کوئی نفسیاتی مسئلہ منہ پھاڑے سامنے کھڑا رہتا ہے۔ چھینک بھی آجائے تو اُس کی نفسیاتی توجیہہ کا بکھیڑا شروع ہو جاتا ہے۔ پروفیسر مہابور ہیں۔!“

”میں اپنے اگلے ناول کا نام پروفیسر مہابور رکھوں گا۔!“

”تم ناول لکھتے ہو۔!“

”لکھتا تو ہوں.... لیکن یاور بخت کے نام سے نہیں لکھتا۔!“

”پھر کس نام سے لکھتے ہو....! شائد میں نے پڑھا ہو کوئی ناول....!“

”نفیس جہاں کے نام سے لکھتا ہوں۔!“ یاور شرما کر بولا۔

”کمال ہے.... تو وہ تم ہو۔!“

”بڑی شرم آتی ہے مگر کیا کروں... میرے جو یہ سنکی چچا ہیں نا۔ پبلشنگ سے بھی شوق فرماتے ہیں۔!“

”تو تم اپنے ہی نام سے کیوں نہیں لکھتے۔!“

”اوّل تو خواتین کے لکھے ہوئے ناول فروخت جلد ہو جاتے ہیں اور پھر ایک دوسرا بزنس پوائنٹ بھی چچا کے مدِ نظر رہتا ہے۔!“

”وہ کیا ہے....!“

”اگر کبھی میرا اُن کا جھگڑا ہو جائے اور میں لکھنے سے انکار کردوں تو وہ کسی اور سے لکھوا کر نفیس جہاں کے نام سے چلا دیں گے.... میں تو عدالت میں بھی ثابت نہیں کر سکوں گا کہ میرا نام نفیس جہاں ہے....! ویسے مجھے ایک فائدہ پہنچا ہے اپنی اس حرکت سے۔!“

”کیا فائدہ ہوا ہے۔!“

”بہتیرے مرد مجھے بڑے خوبصورت عشقیہ خطوط لکھتے ہیں۔ انہیں میں اپنے نام سے دوسری لڑکیوں کو روانہ کر دیتا ہوں۔!“

”اوّل درجے کے بدمعاش معلوم ہوتے ہو۔!“ وہ ہنس پڑی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی! ”کتنی ڈھٹائی سے میرے سامنے اعتراف کر رہے ہو۔!“

”نہ اُن کا کچھ بگاڑ سکا ہوں اور نہ آپ کا بگاڑ لوں گا۔!“

”کیا نسلی سنک عود کر آئی ہے۔ اس وقت تم ایک عورت سے بات کر رہے ہو۔!“

”نفیس جہاں سمجھ کر معاف کر دیجئے۔!“

”اچھا بس خاموش رہو۔!“

یاور نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ انٹر نیشنل پہنچے تھے اور یاور اُسے اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔!

وہ آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر اونگھنے لگی....! یاور خاموش بیٹھا دیکھتا رہا تھوڑی دیر بعد چونکی اور مسکرا کر بولی ”تم شائد کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہو۔!“

”ابھی تک تو مجھے کسی غلط فہمی کا احساس نہیں ہوا۔!“

”میں یہاں تمہارے لئے نہیں! تمہارے چچا کیلئے آئی ہوں! کتنی چار منگ پرسنالٹی ہے۔!“

”بہت زیادہ....!“ وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”تو وہ اور کس قسم کی کتابیں چھاپتے ہیں۔!“

”پامسٹری پر.... علم نجوم پر.... جوڈو اور اکاڈو کو بھی نہیں بخشا۔!“

”باغ و بہار شخصیت ہے۔ ایک میرے پروفیسر صاحب ہیں۔ بس بیچاری نفسیات کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔!“

”ایسا ہے تو پھر آپ چچا ہی کے کمرے میں جا کر اُن کا انتظار کیجئے....!“

”چڑ گئے....!“ اُس نے زور سے قہقہہ لگایا۔ پھر بولی ”چلو اٹھو میں تو صرف یہ دیکھ رہی تھی کہ کتنے پانی میں ہو۔ جوان ہو یا بوڑھا جذبہ رقابت سے خالی نہیں ہوتا۔!“

”یعنی اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم اس حد تک آگے چلے گئے ہیں کہ آپ رقابت وغیرہ کے بارے میں سوچ سکیں۔!“

”میں وقت ضائع کرنے کی قائل نہیں ہوں۔!“

”آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔!“

”پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں گذرے کہ مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے۔!“

”سچ مچ.....!“ وہ قلقاری مار کر اُچھل پڑا۔ اور اپنا بایاں پہلو اس طرح ٹٹولنے لگا جیسے دل کی دھڑکنیں فی منٹ کے حساب سے شمار کرنے لگا ہو۔! پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا ”تو پھر اَب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!“

”بس نکل چلیں یہاں سے کسی ویرانے کیطرف جہاں میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔!“

”اور دو عدد لنچ بکس بھی بنوالیں۔!“

”ہائے رے مرد..... پیٹ پیٹ.....! ہر حال میں پیٹ ہی آگے رہے گا۔! چلو جو کچھ کرنا ہے.... جلدی کرو.....!“

یاور نے روم سروس کو فون کر کے دو لنچ بکس تیار کرنے کو کہا تھا اور بیگم اشرف کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔!

”اور اب تم مجھے بیگم اشرف کہہ کر مخاطب نہیں کرو گے۔!“ اُس نے کہا ”میرا نام عالیہ ہے۔!“

”بڑا خوب صورت نام ہے.... جلدی سے ادا ہو جانے والا.... اُدھر وہ پروفیسر ضغیم اشرف ہیں۔ پتا نہیں کیوں بعض والدین بڑے گاڑھے نام رکھ دیتے ہیں۔!“

”مجھے بھی پروفیسر کا نام پسند نہیں۔! اگر اُن کا نام وحید مراد ہوتا تو کیسا لگتا۔!“

”بس نرے وحید مراد ہی لگتے۔!“ یاور خشک لہجے میں بولا۔

”کیا تمہیں وحید مراد پسند نہیں ہے۔!“

”نفیس جہاں کے نام سے ناول لکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ سچ مچ لڑکی ہو گیا ہوں۔!“

”جلتے ہو کہ لڑکیاں اُس پر مَرتی ہیں.....!“

”دس سال پہلے کی بات ہو گی.....!“

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی تھی اور دونوں چونک پڑے تھے۔!

”روم سروس والا ہو گا۔!“ یاور کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن دروازہ کھولتے ہی کئی قدم پیچھے ہٹ آیا۔ چچا سنکی سامنے کھڑا عالیہ کو گھورے جا رہا تھا۔ پھر وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر آکر بولا ”پولیس میرا پیچھا کر رہی ہے۔!“

”پپ.... پولیس.....!“ عالیہ اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔

”مگر پولیس کیوں.....؟“ یاور نے اُس کے کان سے منہ لگا کر پوچھا۔!

”بس ایک صاحبہ کو غلط فہمی ہو گئی تھی شائد.... ارے دروازہ بند کردو جلدی سے۔!“

”نہیں ٹھہرو.....!“ عالیہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔! ”میں جا رہی ہوں۔!“ اور پھر وہ تیر کی طرح نکلی چلی گئی تھی۔!

بوڑھا بھتیجے کو آنکھ مار کر مسکرایا.... اور بہ آہستگی دروازہ بند کر کے بولا ”یہ کیا حماقت تھی۔ اُسے یہاں کیوں لائے تھے.....!“

یاور بُرا سا منہ بنائے دوسری طرف مڑ گیا۔!

◆

عمران لیفٹیننٹ جنجوعہ کی حیثیت سے سردار گڈھ میں دندناتا پھر رہا تھا۔! اُسے اُس سیامیز بار ٹنڈر کی تلاش تھی جس کا ذکر ڈوروتھی فیلکس نے کیا تھا۔!

سیامیز بار میں پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا تھا کہ وہ چھٹی پر ہے۔ وہیں سے قیام گاہ کا پتہ بھی حاصل کیا تھا۔ لیکن اس کا فلیٹ مقفل ملا۔ پڑوسیوں نے بتایا کہ وہ مچھلیوں کا شکار کرنے سُرانی جھیل پر گیا ہے.....!“

یہ جھیل سردار گڈھ کے شمال مشرق میں گیارہ میل کے فاصلے پر تھی۔ اُس کے آس پاس چھوٹے چھوٹے ہٹ بنے ہوئے تھے۔ جو شکاریوں کو کرائے پر دیئے جاتے تھے۔ اور جھیل میں صرف سیاحوں کے لئے ماہی پروری کی جاتی تھی۔ قریباً سارے ہی ہٹ ہر وقت آباد رہتے تھے۔

وہاں محکمہ سیاحت کے دفتر سے معلوم ہو گیا تھا کہ سیامیز رابی کوان کس ہٹ میں مقیم ہے۔

ہٹ مقفل نہیں تھا.....! عمران نے دروازے پر دستک دی۔! ایک پرائز فائٹر قسم کے آدمی نے دروازہ کھولا تھا۔ دائیں گال پر چوٹ کا واضح نشان ہونے کی بناء پر عمران نے اُسے پہچان لیا۔

”مسٹر رابی کوان.....؟“

”ہاں میں ہی ہوں.... کیا بات ہے....؟ وہ اُسے حیرت سے دیکھتا ہوا بولا۔

”تمہارے لئے ایک بُری خبر لایا ہوں....!“

”اُوہ.... اندر آجاؤ....!“ وہ ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

کمرے میں ایک بستر ایک میز دو کرسیوں کے علاوہ اور کوئی سامان نہیں تھا۔ رابی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور ہمہ تن سوال بنا کھڑا رہا۔

”کسی نے تمہارے دوست کو قتل کر دیا ہے.... میرا تعلق پولیس سے ہے۔!“

”مگر کس دوست کو....!“

”وہ جاپانی شی توکیو....!“

”میں کسی جاپانی شی توکیو کو نہیں جانتا....!“

”یہ ہوئی بات....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو۔!“

”تمہیں یقین ہے کہ تم کسی شی توکیو کو نہیں جانتے۔!“

”میرا وقت ضائع نہ کرو۔ میں نے ایک بار کہہ دیا۔!“

”تب پھر مجھے تمہیں حراست میں لینا پڑے گا۔!“

”کس بنا پر....!“ اُس نے نتھنے پھلائے۔

”شی توکیو کو نہ جاننے کی بنا پر.... کیونکہ ہمارے علم میں ایسے عینی شاہد ہیں جنہوں نے تمہیں اُس سے ملتے دیکھا ہوگا۔!“

”مائی ڈیئر سر.... تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں ایک بارٹنڈر ہوں....! مجھے بے شمار لوگ جانتے ہیں.... لیکن میری نظروں میں اُن کی حیثیت گاہکوں سے زیادہ نہیں ہے....! کبھی کبھی ان میں سے کوئی راہ چلتے بھی مل جاتا ہے اور اظہارِ شناسائی کے طور پر سگریٹ وغیرہ آفر کر دیتا ہے....! اب تمہارا عینی شاہد تو دور سے یہی سمجھے گا کہ وہ میرا جگری دوست ہوگا۔!“

”نہیں.... یہ بات نہیں....! عینی شاہد نے تمہیں اُس کو کسی کے تحریری پیغامات دیتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔!“

”اُوہ مائی گاڈ....!“ وہ پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا! ”تو وہ جاپانی.... لیکن مجھے اُس کا نام نہیں معلوم تھا۔ بے شک میں نے مختلف اوقات میں اُسے کچھ تحریری پیغامات دیئے تھے۔ وہ مار ڈالا گیا.... میرے خدا.... بڑا خوش مزاج آدمی تھا۔!“

وہ طویل سانس لے کر سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا.... اُس کے رویئے میں پایا جانے والا احتجاج یکسر معدوم ہو گیا تھا۔!

”کس کے پیغامات اُسے دیتے تھے۔!“

”اب کیا بتاؤں.... وہ بھی مفرور قرار دے دیا گیا ہے۔ غالباً پولیس کو کسی فراڈ کے سلسلے میں اُس کی تلاش ہے۔ غالباً تم بھی جانتے ہو گے۔ کاسموفیگ کمپنی کا مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر سرنگی۔!“

عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اور وہ کہتا رہا۔! سرنگی کبھی کبھی اُس کے لئے کوئی تحریری پیغام میرے پاس چھوڑ جایا کرتا تھا۔!“

”سرنگی کو تم کیسے جانتے تھے۔!“

”ایک معزز گاہک کی حیثیت سے۔ شراب کے کریٹ کے کریٹ خریدا کرتا تھا۔!“

”بس اتنا ہی تعلق رہا ہے شی توکیو سے۔!“

”اس سے زیادہ کبھی نہیں رہا۔ نہ میں نے کبھی اس کا نام پوچھا۔! اور نہ مسٹر سرنگی ہی نے بتایا۔ وہ جاپانی اُن دنوں شائد ہر شام ایک لڑکی کے ساتھ ہمارے بار میں گذارتا تھا۔!“

”یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کہاں رہتا تھا۔!“

”کیسے جانتا مسٹر.... کسی گاہک کے بھی گھر کا پتہ نہیں جانتا....! سرنگی جیسے لوگوں کی بات اور ہے۔ وہ کریٹوں کی قیمت کی ادائیگی کر کے چلا جاتا تھا اور ہمیں وہ کریٹ اُس کی قیام گاہ پر بھجوانے پڑتے تھے۔!“

”بڑی مشکل ہے....!“ عمران پُر تشویش انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

”میرے لائق اور کوئی خدمت....!“

”کوئی بھی تو ایسا نہیں ملا جو اُس کی قیام گاہ کا پتا بتا سکتا۔!“

”ظاہر ہے کہ وہ سرنگی ہی کا کوئی آدمی تھا۔ سرنگی کے دفتر والوں کو ٹٹولیئے۔!“

”لیکن اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ وہ کسی سفید فام عورت کا ملازم تھا۔!“

”خدا جانے۔!“ اُس نے شانوں کو جنبش دی۔ لیکن عمران نے اُس کی آنکھوں میں عجیب قسم

کی بے چینی کے آثار دیکھے۔ اور اٹھتا ہوا بولا۔ ”تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔!“

”کوئی بات نہیں!“ وہ اُسے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ عمران مصافحہ کر کے آگے بڑھ گیا۔!

سفید فام عورت کے ذکر پر اُس نے اُسکی آنکھوں میں جو کچھ پڑھا تھا اُسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

اپنی گاڑی اُس نے دفتر کے قریب کھڑی کی تھی اور یہاں تک پیدل آیا تھا۔! کچھ دور چل کر وہ ایک ایسے ہٹ کی اوٹ میں ہو گیا جہاں سے رابی کوان کے ہٹ پر نظر رکھ سکتا۔!

کچھ دیر بعد اُس نے رابی کو باہر نکلتے اور تیزی سے محکمہ سیاحت کے دفتر کی طرف جاتے دیکھا۔! اُس نے اپنے مصنوعی دانت نکال کر جیب میں ڈالے اور سر پر اس طرح رومال باندھ لیا جیسے بالوں کو تیز ہوا سے محفوظ رکھنا چاہتا ہو.... اس کے بعد وہ بھی آہستہ آہستہ دفتر کی طرف چل پڑا تھا۔ لیکن رابی کوان دفتر کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ عمران اس کے انداز سے سمجھا تھا کہ شائد دفتر سے کسی کو فون کرے گا۔!

اُس نے اُسے دفتر کے بائیں جانب والے نشیب میں اُترتے دیکھا اور خود ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔! یہاں سے وہ اُس پر دور تک نظر رکھ سکتا تھا۔ ادھر بھی کچھ ہٹ تھے۔ وہ ایک ہٹ کے سامنے رُکا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ عمران بڑی پھرتی سے ایک طرف سرک گیا تھا۔! دوبارہ اُدھر متوجہ ہوا تو وہ کہیں نہ دکھائی دیا۔ شائد اُسی ہٹ میں داخل ہو گیا تھا۔! عمران جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سفید فام آدمی اُس ہٹ سے بر آمد ہوا تھا۔ باہر کھڑی ہوئی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کرنے لگا تھا۔! رابی کوان دروازے پر کھڑا اُسے دیکھتا رہا.... موٹر سائیکل اسٹارٹ ہو کر سڑک کی طرف بڑھ گئی....!

عمران تیزی سے مڑا تھا اور دفتر کی طرف چل پڑا تھا۔! گاڑی میں بیٹھ کر اُس نے انجن اسٹارٹ کیا اور پھر شائد ایک میل بعد اُس نے موٹر سائیکل کو جالیا تھا جو سردار گڈھ ہی کی طرف جا رہی تھی۔ عمران اتنا فاصلہ بر قرار رکھنا چاہتا تھا کہ تعاقب کا شبہ نہ ہونے پائے.... مصنوعی دانتوں کا خول پھر نچلے ہونٹ پر چھا گیا تھا۔!

دفعتاً ایک گاڑی عقب سے اُسے اوور ٹیک کرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اُس نے موٹر سائیکل کو بھی اوور ٹیک کیا تھا.... اور پھر اچانک عمران نے دیکھا کہ موٹر سائیکل سوار اُچھل کر سڑک کے کنارے جا پڑا ہے۔ اور موٹر سائیکل چکرا کر اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر جا گری اور

اُس کا پچھلا پہیہ تیزی سے گردش کرتا رہا۔

عمران نے اپنی گاڑی کے بریک لگائے۔ اور نیچے اُتر کر دوڑتا ہوا موٹر سائیکل سوار کی طرف جھپٹا جو بے حس و حرکت زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔!

اُس کی بائیں کنپٹی میں ایک سوراخ نظر آیا جس سے خون اُبل رہا تھا۔! دوسری گاڑی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔! وہ اُسے اس حال میں چھوڑ کر دوسری گاڑی کے پیچھے نہیں جا سکتا تھا۔!

اُس نے جھک کر دیکھا.... سانس بند ہو چکی تھی۔ نبض دیکھی مگر وہاں بھی کچھ نہیں تھا۔

جلدی جلدی اُس کی جیبیں ٹٹولیں اور صرف ایک پرس بر آمد کر سکا۔! ویسے اُس کے بغلی ہولسٹر میں اعشاریہ تین دو کا ریوالور بھی موجود تھا....! پرس کا جائزہ تیزی سے لیا تھا۔ اُس میں سے کچھ رقم کے علاوہ ایک وزیٹنگ کارڈ بھی بر آمد ہوا۔ جس پر صرف ٹیلی فون نمبر اور نام چھپا ہوا تھا۔ اور یہ نام تھا ”سام ٹرینی....!“

◆

فون کی گھنٹی دیر سے بج رہی تھی۔ ہارڈی باتھ روم میں تھا۔! اور نشے میں بھی تھا اس لئے بُرے بُرے منہ بنا کر گھنٹی کی آواز سنتا رہا تھا۔ اُسے توقع تھی کہ کوئی فون کی طرف متوجہ ہو کر اُسے جلد بازی سے بچا لے گا۔! لیکن شائد اس وقت عمارت میں اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

جب گھنٹی بجتی ہی رہی تو اُس نے غرا کر ٹیلی فون کے موجد کو ایک گندی سی گالی دی تھی اور باتھ روم سے نکل آیا تھا۔!

ریسیور اٹھایا اور ”ہیلو“ کہتے وقت جھلاہٹ کا مظاہرہ نہ ہونے دیا۔! دوسری طرف سے آواز آئی ”کون بول رہا ہے....؟“

”ہارڈی.... تم کون ہو....!“

”کیا اَب تم میری آواز بھی نہیں پہچان سکتے۔ شائد بہت زیادہ پی گئے ہو۔!“

”اُوہ.... تو تم ہو سُوّر کے بچے....!“

”میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر سکا کہ میرا باپ سور تھا یا نہیں لیکن تم لوگوں کے لئے دوسری خوش خبری ہے....!“

”کیا مطلب....!“ ہارڈی جھر جھری لے کر بولا۔

”سام ٹرینی بھی جاپانی کے پاس پہنچ گیا....!“

”نہیں....!“ وہ خوف زدہ آواز میں بولا ”کب.... کہاں....!“

”سردار گڈھ سے سُرینی جھیل کے رستے میں آٹھویں میل پر اُس کی کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا ہے اور موٹر سائیکل کا پچھلا پہیہ شائد اب بھی گردش کئے جارہا ہو۔!“

”تم مادام کے عتاب سے نہیں بچ سکو گے سنگ....!“

”عورتیں تو مجھ پر ظلم ڈھاتی ہی رہی ہیں۔ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ویسے سُن لو کہ پانچ نمبر والوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!“

پھر سلسلہ منقطع ہونیکی آواز آئی تھی اور ہارڈی نے بھی بوکھلا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔ نشہ ہرن ہو گیا تھا۔! تھوڑی دیر کھڑا خالی خالی نظروں سے انسٹرومنٹ کو دیکھتا رہا تھا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور جواب ملنے پر بولا ”مادام سے کہو ہارڈی ہے۔!“

تھوڑی دیر بعد ایک نسوانی آواز آئی تھی ”کیا بات ہے....!“

”اُس نے سام ٹرینی کو بھی مار ڈالا مادام۔!“

”کب.... کہاں....!“

”خود اُسی نے مجھے فون پر اطلاع دی ہے۔! سرینی والی سڑک پر۔ آٹھویں میل پر.... شائد وہ موٹر سائیکل پر تھا.... اور مادام اُس نے دھمکی دی ہے کہ پانچ نمبر والوں میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔!“

”اس وقت عمارت میں کون کون موجود ہے۔!“

”صرف میں ہوں مادام....!“

”دوسروں سے کہہ دو کہ جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے.... پانچ نمبر کی طرف رُخ نہ کرے۔!“

”اور میں مادام....!“

”تم فی الحال وہیں ٹھہرو.... میں ابھی تک اندازہ نہیں کر سکی کہ سنگ تنہا ہے یا کچھ اور لوگ بھی اُس کا ساتھ دے رہے ہیں۔!“

”جیسی مادام کی مرضی....!“ وہ مردہ سی آواز میں بولا تھا۔!

”سارے دروازے اور کھڑکیاں بند کردو.... اور رائفل لے کر دوسری منزل پر چلے

جاؤ....! وہاں سے تم کسی بھی مشتبہ آدمی کو گولی مار سکتے ہو۔!“

”لیکن اُس کے بعد مادام:.... جس انداز میں جاپانی کے قتل کی تفتیش ہو رہی ہے اُس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ پولیس جلد ہی پانچ نمبر کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔!“

”اگر یہ بات ہے تو پھر تم فانوس میں پہنچنے کی کوشش کرو.... اور وہیں میرے دوسرے حکم کے منتظر رہو.... اور ہاں تم نے اُن دونوں کے بارے میں کیا معلوم کیا جو پروفیسر سے شناسائی پیدا کر کے مل بیٹھے تھے۔!“

”وہ دونوں انٹر نیشنل میں مقیم ہیں۔ نوجوان آدمی پروفیسر کی بیوی کو اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔! تھوڑی دیر بعد بوڑھا آدمی وہاں پہنچا تھا۔ اور وہ اس طرح کمرے سے تنہا نکلی تھی جیسے بوڑھے آدمی نے اُس کے ساتھ کوئی بد سلوکی کی ہو۔!“

”خیر.... تم فی الحال.... فانوس پہنچنے کی کوشش کرو میں تمہارے متعلق پروفیسر کو ہدایات دے رہی ہوں....!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سُن کر اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔!

آخر کس طرح فانوس پہنچنے کی کوشش کرے۔ وہ سوچ رہا تھا ہو سکتا ہے سنگ تاک ہی میں ہو۔ اور کسی نا معلوم سمت سے آنے والی گولی اُسے بھی چاٹ جائے۔!

اُس نے مادام کی شان میں بہ آواز بُلند تھوڑا سا ”قصیدہ“ پڑھا تھا اور شراب کی بوتل پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اُس کی ہدایت کے مطابق نہ تو اُس نے کھڑکیاں اور دروازے بند کئے تھے اور نہ رائفل سنبھال کر دوسری منزل پر چلا گیا تھا۔

فون کی گھنٹی پھر بجی اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے انسٹرومنٹ تک پہنچا۔! اُسی وقت اُسے یاد آیا کہ ”مادام نے دوسروں کو پانچ نمبر کی طرف آنے سے روکنے کو بھی کہا تھا۔!

”جہنم میں جاؤ مادام....!“ کہہ کر اُس نے ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے سنگ کی آواز سن کر ہکلانے لگا! ”کک.... کیا ہے.... کک.... کیوں میرا اور اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔!“

”تمہارے علاوہ اس ٹولی کے کسی بھی سفید فام کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!“ سنگ کی آواز آئی۔

”مجھے کیوں.... مجھے کیوں....!“ ہارڈی ہانپ کر رہ گیا۔!

”تمہاری شکل میری پہلی محبوبہ سے بہت ملتی جلتی ہے۔! وہ ایک فرنچ سیامیز لڑکی تھی۔!“

”اچھا....!“ ہارڈی نشے کی جھونک میں ہنس پڑا۔

”بالکل اسی طرح ہنستی بھی تھی۔!“

”سنگ مائی ڈیئر۔!“

”کہو کیا کہتے ہو۔!“

”کیا تم سچ مچ مجھے نہیں مارو گے۔!“

”میری زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے....!“

”مجھے مادام نے حکم دیا ہے کہ میں فانوس میں چلا جاؤں اور دوسروں کو آگاہ کر دوں کہ وہ پانچ نمبر کی طرف رُخ بھی نہ کریں۔!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ سب میری نظر میں ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو سام کیسے مارا جاتا.... روزانہ ایک آدمی کے حساب سے کام ہو گا۔ کل جاپانی رخصت ہوا تھا۔ آج سام گیا۔ لیکن کل کس کی باری ہے یہ ابھی نہیں بتاؤں گا۔!“

”تو تم تنہا نہیں ہو۔!“

”تھریسیا کی بچی شائد یہ سمجھتی ہے کہ میں تنہا ہوں۔!“

”نہیں.... لیکن یہ نہیں جانتی کہ اور کون کون ہے تمہارے ساتھ۔!“

”لیکن میں اس کے جاں نثاروں سے اچھی طرف واقف ہوں۔!“

”مجھے اُن سے الگ کر دو.... اس تنظیم کے چکر میں پڑنے کے بعد سے پچھتا تا ہی رہا ہوں۔ لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اب اس چکر سے نہیں نکل سکتا۔!“

”وہ حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے۔!“

”میں دیکھوں گا کہ اُس کی یہ قوتیں کہاں تک اُس کا ساتھ دیتی ہیں۔ آج کل کس نمبر پر اُس سے باتیں کر رہے ہو۔!“

”تین دو ایک پر۔!“ ہارڈی بیساختہ بولا۔

”یہ دیکھو....! میں نے تمہارے باطن کا رُخ تنظیم کی طرف سے موڑ دیا ہے۔“ ہارڈی تھوک نگل کر رہ گیا۔!

”ہلو.... خاموش کیوں ہو گئے.... جاؤ.... نہایت اطمینان سے ٹہلتے ہوئے فانوس کی

طرف چلے جاؤ۔ تمہارا ابال بھی بیکانہ ہو گا۔!“

”شکریہ سنگ۔!“

”کوئی بات نہیں....!“ سنگ نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا! ہارڈی نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔!

اُس نے ایک پگ اور بنایا اور چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔!

◆

پروفیسر ضعیم اشرف نے طوعاً و کرہاً اُس سے ملنے پر رضامندی ظاہر کی تھی اور بُرا سا منہ بنائے بیٹھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سنکی بوڑھا دال بخش اسٹڈی میں داخل ہوا تھا۔

”آج تمہیں چیخنا نہیں پڑے گا....!“ اُس نے اپنے بائیں کان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”ہیئرنگ ایڈ موجود ہے۔!“

”اچھا.... اچھا....!“ پروفیسر زبردستی مسکرایا۔

”یاور کہہ رہا تھا کہ تم میرا نفسیاتی علاج کرنا چاہتے ہو۔!“

”پہلے خیال تھا۔ مگر اب دوسری مصروفیتیں نکل آئی ہیں۔!“

”مصروفیتیں نہ ہوتیں تو کیا میں اِسے تسلیم کر لیتا کہ کسی ذہنی مرض میں مبتلا ہوں۔!“

”تمہارے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا۔ میں نے آج تک ایسا کوئی پاگل نہیں دیکھا جس نے خود کو پاگل تسلیم کر لیا ہو۔!“

”تو میں پاگل ہوں۔!“

”میں نے یہ تو نہیں کہا۔!“

”اچھا تو یہی بتا دو کہ میں کس ذہنی مرض میں مبتلا ہوں۔!“

”حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی بھی مرض ہی کہلائے گی۔!“

سنکی بوڑھا جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ پروفیسر نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ پھر وہ بڑے غور سے سنتا رہا تھا.... اور آخر میں ”اچھی بات ہے....!“ کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔!

پھر وہ سنکی بوڑھے سے بولا ”میرا فرض تھا کہ تمہیں تمہارے مرض سے آگاہ کر دوں۔!“

"میں آگاہ ہو گیا ہوں۔!"

"اس وقت تکلیف کرنے کا مقصد۔!"

"میں یہی پوچھنے آیا تھا کہ آخر کس بناء پر تم مجھے ذہنی مریض سمجھتے ہو۔!"

"کل تمہیں پولیس نے کیوں دوڑایا تھا۔!"

"ایک صاحبہ کو غلط فہمی ہو گئی تھی۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"اُنکے گال پر واقعی مکھی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں سمجھا شائد تل ہے۔ پھر انہوں نے شور مچا دیا۔!"

"کیوں بڑھاپے میں اپنی عزت کے پیچھے پڑے ہو۔!"

"اب اتنا زیادہ بوڑھا بھی نہیں ہوں۔!"

پروفیسر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُس کی بیوی آگئی۔ اور دال بخش کو دیکھ کر اُلٹے پاؤں واپس ہی جانے والی تھی کہ پروفیسر ہاتھ اٹھا کر بولا۔! "اب یہ آہی گئے ہیں تو انہیں یہ عمارت اندر سے بھی کیوں نہ دکھائی جائے۔!"

"میرے حلق میں چیخنے کی سکت نہیں ہے۔!" بیوی نے جواب دیا۔

سنکی بوڑھا ہنس پڑا اور پروفیسر نے کہا۔ "آج یہ ہیئرنگ ایڈ سمیت آئے ہیں۔ اس لئے کوئی دشواری نہ ہو گی۔!"

"اس کے باوجود بھی.... میں معافی چاہتی ہوں۔!" اُس نے کہا تھا اور واپس چلی گئی تھی۔

سنکی بوڑھا ہنستا رہا۔

"کیا خیال ہے دیکھو گے عمارت....!" پروفیسر نے اُس سے پوچھا۔

"ضرور... ضرور... یہ بلڈنگ انجینئرنگ کا شاہکار معلوم ہوتی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی گول عمارت اندر سے اس قدر چوکور ہو گی۔ میرا مطلب ہے کہ ٹھیک ٹھاک ہو گی۔!"

"سُنا ہے تم پبلشنگ بھی کرتے ہو۔!"

"تفریحاً.... ورنہ پشتینی دولت اتنی ہے کہ کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔!"

"ضائع کر رہے ہو اپنی پشتینی دولت....! مجھے دیکھو کہ میں نے اپنی پشتینی دولت کا کتنا اچھا مصرف نکالا ہے۔ ایسی عمارت ساری دنیا میں نہ ہو گی اور میری تجربہ گاہ دیکھ کر تو دنگ رہ جاؤ گے۔!"

"میں زیادہ بڑے غم پالنے کا قائل نہیں ہوں۔!" سنکی بوڑھا سر ہلا کر بولا۔!

"چلو اٹھو....!"

وہ اُسے ساتھ لے کر عمارت کا ایک ایک گوشہ دکھاتا پھرا تھا۔! سارا الیکٹریسٹی کا کھ جیسے ہی وہ کسی دروازے کے قریب پہنچتے دروازہ خود بخود کھلتا تھا اور کمرے میں داخل ہو جا بعد خود بخود بند بھی ہو جاتا تھا۔!

"میرا خیال ہے کہ تمہاری پشتینی دولت انڈے بچے بھی دیتی ہے۔!" سنکی بوڑھے نے

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"یہ تو کروڑوں کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔!"

"تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔!" پروفیسر اکڑ کر بولا۔ "نادر شاہ دُرانی کے گھرانے کا آخر ہوں.... اگر انگریز نہ اٹھا لے گئے ہوتے تو آج تخت طاؤس میرے قبضے میں ہوتا۔!"

"اُس پر بیٹھے ہوئے کیسے لگتے۔!"

"فضول باتیں نہ کرو.... چلو اب تمہیں اپنے وہ تہہ خانے دکھاؤں جہاں کھلی فض شگفتگی پائی جاتی ہے۔ مہینوں آسمان کی شکل نہ دیکھو تو ذرہ برابر بھی گھٹن محسوس نہ ہو گی۔!"

"تب تو بات اربوں تک جا پہنچتی ہے.... کیا قبلہ نادر شاہ درانی اپنی ساری دولت خبطی آدمی کے لئے چھوڑ گئے تھے۔!"

"میں خبطی ہوں....!" پروفیسر آنکھیں نکال کر بولا۔

"میں کیا جانوں تمہاری بیگم صاحبہ میرے بھتیجے سے یہی کہہ رہی تھیں۔!"

"لعنت ہو ایسے بھتیجے پر جو ذرا ذرا سی بات چچا کو بتا دیتا ہے۔!"

"اور اپنی بیگم کو کچھ نہ کہو گے....!"

"اُسے کیا کہوں.... وہ تو فرشتوں کی طرح معصوم ہے۔!"

"سر پر ہاتھ رکھ کر روؤ گے کسی دن۔!"

"تم اپنا رومال مت پیش کرنا۔!"

"میں سرے سے رومال ہی نہیں رکھتا۔ ناک نہیں بہتی رہتی ہر وقت۔!"

"نکال دو ہیئرنگ ایڈ کان سے۔ کیا ہر بات کا جواب دینا ضروری ہے۔!"

”ترکی بہ ترکی کا قائل ہوں۔ پروفیسر صاحب....! نادر شاہ درانی کا وارث نہ سہی اَب کسی اولاد بھی نہیں ہوں۔!“

”خدا نے تمہیں بہرہ کر کے ساری دنیا پر احسان کیا تھا۔ لیکن اب مجھے ہیرنگ ایڈ کے موجد ہ آرہا ہے۔!“

”چلو.... چلو.... اب جلدی سے تہہ خانے بھی دکھادو۔ بہت مرعوب ہو رہا ہوں۔!“

”ضرور دکھاؤں گا....! یہاں آؤ.... ادھر کھڑے ہو جاؤ۔!“ پروفیسر اُس کا ہاتھ پکڑ کر وابولا۔ دفعتاً فرش کا وہ حصہ نیچے دھنسنے لگا تھا۔!

”ارے.... ارے!“ سنکی بوڑھا ہکلایا لیکن اتنی دیر میں وہ نہ جانے کتنی گہرائی میں جاچکے تھے۔!

”ڈر رہے ہو....!“ پروفیسر نے ہنس کر پوچھا۔

”زندہ دفن ہو جانے سے ڈرنا ہی چاہیئے۔!“

ایسی کوئی بات نہیں۔ مطمئن رہو اور یہاں کے عجائبات دیکھو۔ میں نے اپنی پشتینی دولت ں اور حرام خوروں پر نہیں صرف کی۔!“

پھر وہ لفٹ رُک گئی تھی....! اور سنکی بوڑھا بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لکل ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے کسی بہت بڑے ریفریجریٹر میں داخل ہو گیا ہو۔!

یہ تو بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہالی وڈ والوں نے کسی سائنسی فلم کا سیٹ لگایا ہو....!“ ے کہا۔

لیکن یہ سارے آلات کھلونے نہیں ہیں۔!“ پروفیسر گردن اکڑا کر بولا۔

یہاں.... تم کیا کرتے ہو....!“

تجربات.. یہاں عقل کی دیوی کی حکمرانی ہے! وہ میرے ذہن میں نئے نئے پلان اُتارتی ہے!“

تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ماہر نفسیات ہو۔ لیکن یہ کھڑاگ کچھ اور کہہ رہا ہے۔!“

ہاں.... میں ماہر نفسیات ہوں.... لیکن میرا طریق علاج سجیشن نہیں ہے میں مشینیں کرتا ہوں.... مثال کے طور پر تم نے اپنے آپ پر ذہنی اعتبار سے بڑھاپا نہیں طاری یا۔ لیکن جسمانی طور پر بوڑھے ہو چکے ہو.... اگر تم چاہو تو میں ان مشینوں کے ذریعے بسمانی شباب بھی عطا کر سکتا ہوں۔!“

”اسے کیوں مذاق کر رہے ہو۔!“

”جب تک خود اس تجربے سے نہیں گزرو گے اسے مذاق ہی سمجھتے رہو گے۔ ٹھہرو ابھی بتاتا ہوں۔!“

”کیا بتاؤ گے....!“

”پہلے میں تمہیں تمہاری جوانی دکھاؤں گا۔ اُس کے بعد اگر چاہو گے تو اُسی حالت پر لے جاؤں گا۔!“

”جوانی دکھاؤ گے....!“

”ہاں.... ادھر آؤ.... اس کرسی پر بیٹھ جاؤ....!“

”یار کہیں.... میری بے باکیوں کا انتقام تو نہیں لو گے....!“

”میں عام آدمیوں سے بہت اونچا ہوں.... انتقام نہیں لیا کرتا چلو بیٹھ جاؤ۔!“

بوڑھا ہچکچاہٹ کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔ سامنے ایک عجیب وضع کا فریم نصب تھا۔ پروفیسر نے فریم ہی سے لگے ہوئے ایک سوئچ بورڈ کے پش سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ فریم کی سطح آ کی طرح روشن ہو گئی اور بوڑھا اُس میں اپنا عکس دیکھ کر اُچھل پڑا.... وہ ایک جوان آدمی کا چہرہ تھا۔ ڈاڑھی اور مونچھیں سرے سے غائب ہو گئی تھیں.... اور بال بالکل سیاہ تھے۔ اُس کا سر چکرا گیا۔

ٹھیک اُسی وقت ایک مترنم اور نسوانی آواز ہال کے طویل و عریض میں گونجی تھی۔

”خوش آمدید صفدر صاحب....!“

بوڑھے نے بوکھلا کر ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا لیکن ڈاڑھی الجھے ہوئے بالوں سمیت اُس چہرے پر موجود تھی۔!

آواز پھر آئی۔ ”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں ک ہوں.... لہٰذا اب سچی باتیں ہوں گی۔ عمران کے اندازے کے مطابق تم ٹھیک جگہ پہنچے ہو۔!

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کہنا چاہیئے۔!“ صفدر جی کڑا کر کے بولا۔

”میں نے صرف یہ کہا ہے کہ تم سچ بولو گے۔!“

صفدر نے پروفیسر کی طرف دیکھا جو سر جھکائے اور ہاتھ باندھے مؤدب کھڑا تھا۔

”تم کیا پوچھنا چاہتی ہو۔!“ اُس نے بالآخر سوال کیا۔

عمران کہاں ہے....؟“

سردار گڈھ ہی میں کہیں۔!“

ں اُس سے ملنا چاہتی ہوں۔!“

افسوس کہ میں اس سلسلے میں کسی کام نہ آسکوں گا.... میں نہیں جانتا کہ وہ کس شکل میں ں گے....!“

جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اُسے غور سے سنو.... تمہارا ساتھی جس کا نام یاور ہے.... ایسے کا خون رکھتا ہے جو ہمارے کام آسکے لیکن اب اُسے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ تم دونوں ں کا علم ہوتے ہی میں نے پروفیسر کو حکم دیا تھا کہ تمہیں نظر انداز کر دیا جائے اور فی الحال کا سلسلہ بھی ختم سمجھو۔!“

میں نہیں سمجھا۔!“

میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب تمہارے ملک کے کسی آدمی کی ہیئت نہیں بدلی جائے گی اور وہ ن کے قبضے میں ہے.... اُسے بھی اُس کی اصلی حالت پر واپس لانے کا وعدہ کرتی ہوں.... شرط کے ساتھ کہ عمران مجھ سے ملے۔!“

”میں کوشش کروں گا کہ تمہارا پیغام کسی نہ کسی طرح اُن تک پہنچا دوں۔!“

”اور ایک وارننگ بھی سُن لو.... اگر پولیس نے فانوس کی طرف رخ بھی کیا تو پورا سردار دھماکے کے ساتھ اڑ جائے گا۔!“

”میں سمجھتا ہوں۔ تم ایسا کر سکتی ہو۔ لیکن عمران صاحب تم سے کہاں اور کسطرح مل سکیں گے۔!“

یہیں فانوس میں۔! پروفیسر کو فون کر کے ملنے پر رضا مندی ظاہر کر سکتا ہے.... لیکن ارننگ سے اُسے آگاہ کر دینا.... پروفیسر یا فانوس کے خلاف کوئی کارروائی پورے سردار ے لئے موت کا پیغام بن جائے گی۔!“

”میں صرف اپنی ذمہ داری لے سکتا ہوں....! اُن کا رویہ کیا ہوگا میں نہیں جانتا۔!“

”تم اس کی فکر مت کرو.... بس میرا پیغام اُس تک پہنچا دو.... ہاں تمہارا ساتھی کون ہے ے نہیں پہچان سکی۔!“

”میں بھی نہیں جانتا وہ کون ہے۔ عمران صاحب نے اُسے میرے چارج میں دیا ہے۔!“

”خیر....! تمہارا اپنا معاملہ ہے.... لیکن اسے ذہن نشین کر لو کہ یہ بات تمہارے اور عمران کے درمیان رہے گی۔ کسی تیسرے کا خطرہ ہرگز مول نہ لینا۔!“

”میں سمجھتا ہوں....!“

”اچھا خدا حافظ۔!“

”خدا خدا....!“

تہہ خانے کی فضا پر عجیب سا سناٹا مسلط ہو گیا تھا۔ صفدر نے پروفیسر کی طرف دیکھا! اُس نے دونوں ہاتھ کھول دیئے تھے۔ اور صفدر کو پُر تشویش نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ پھر اوپر آئے تھے اور صفدر نے مسکرا کر پوچھا تھا۔ ”اب کیا حکم ہے۔!“

”کچھ نہیں....! تم جا سکتے ہو.... لیکن ٹھہرو.... ایک بات ضرور پوچھوں گا۔ کیا یہ اُسی عمران کی بات تھی جو گاڑیوں کی آڑھت کرتا ہے اور اول درجے کا بیوقوف نظر آتا ہے۔!“

”تمہارا خیال درست ہے....!“

”زندگی میں پہلی فاش غلطی ہوئی تھی مجھ سے۔!“

”کیسی غلطی....؟“

”میں نے اُسے سمجھنے میں غلطی کی تھی۔!“

”اور ہم دونوں کے بارے میں کیا خیال ہے....!“

”تم تو پہلی ہی نظر میں عطائی لگے تھے۔ ورنہ تمہارے فرشتے بھی ہم پر شبہ نہ کر سکتے۔!“

”کیا مطلب....؟“

”ہم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔!“

”میں اب بھی نہیں سمجھا۔!“

”نہیں سمجھ سکو گے۔ کیونکہ تم پر تو عقل کی دیوی مسلط ہو گئی ہے۔ خیر مجھے اس سے کیا سروکار.... ہم اس سے زیادہ اور کچھ چاہتے بھی نہیں کہ وہ دھاری دار آدمی دوبارہ اپنی اصلی ہیئت میں آجائے۔!“

”مجھے کیا....؟“ پروفیسر نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔!

”اب مجھے جانا چاہئے....!“ صفدر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

"ٹیکسی سے آئے ہو گے۔ میں اپنی گاڑی سے بھجوا دوں۔!"

"تمہیں یہی کرنا چاہئے....! کیونکہ میں عقل کی دیوی کے سفیر کی حیثیت سے رخصت ہو رہا ہوں۔!" صفدر بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

بوڑھا آہستہ سے کچھ بڑبڑا کر رہ گیا تھا۔!

◆

قتل صرف تین میل کے فاصلے پر ہوا تھا....! اس لئے یہ بات دیر تک چھپی نہ رہ سکی کہ مقتول سرنی جھیل کے ہٹوں میں سے ایک میں مقیم تھا.... وہاں سے تو سبھی دوڑ پڑے تھے۔ سیامیز بارٹنڈر رابی کوان بھی انہی میں سے تھا۔ لاش پر نظر پڑتے ہی اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہ سام ٹرینی ہی کی لاش تھی لیکن وہ حرفِ شناسائی زبان پر نہ لاسکا....! البتہ بھاگم بھاگ اُس ہٹ تک ضرور پہنچا تھا۔ جہاں سام ٹرینی مقیم تھا۔!

"مسٹر جیفرسن....!" اُس نے ہٹ کا دروازہ تھپتھپا کر آواز دی.... ایک سفید فام آدمی نے دروازہ کھولا تھا۔!

"اب کیا ہے....؟" اُس نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔!

"بُری خبر ہے مسٹر جیفرسن....! وہ لاش مسٹر سام ٹرینی کی ہے....!"

"نہیں....!" جیفرسن ششدر رہ گیا۔ یہ چھ فٹ اونچا اور خاصا توانا آدمی تھا۔

"یقین کرو.... کسی نے کنپٹی پر گولی ماری ہے....!"

"لیکن کس نے....؟"

"میں نہیں جانتا۔!"

"اندر آؤ....!" جیفرسن غصیلے لہجے میں بولا تھا۔! رابی کوان کو شائد لہجہ بُرا لگا تھا۔ لیکن وہ چپ چاپ اندر چلا گیا۔! جیفرسن نے دروازہ بند کر کے سٹکنی چڑھائی اور پلٹ کر رابی کا گریبان پکڑ لیا۔

"مسٹر جیفرسن....!" رابی کے لہجے میں استعجاب اور احتجاج دونوں شامل تھے۔

"بتاؤ.... اُسے کس نے مارا ہے....!" وہ اُس کے گریبان کو جھٹکا دے کر بولا۔

"مم.... میں کیا بتاؤں....؟"

"تم نے اُسے بھیجا تھا....!"

"میں نے ایک اطلاع دی تھی۔ میں نے کہیں نہیں بھیجا تھا۔! میں نے صرف یہ بتایا تھا کہ پولیس آفیسر جاپانی کی کسی سفید فام غیر ملکی مالکہ کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔!"

"یہ بھی بکواس ہے۔ کوئی اس قسم کا سوال نہیں کر سکتا۔!" اُس نے پھر گریبان کو جھٹکا دیا۔!

اس بار سیامیز نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ لیکن جیفرسن نے بایاں ہاتھ اُس کے جبڑے پر رسید کر دیا۔ بس پھر کیا تھا سیامیز کسی وحشی کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑا۔ مگر جیفرسن بھی کمزور نہیں معلوم ہوتا تھا۔! کسی اچھے باکسر ہی کی طرح اُس کے وار خالی دے رہا تھا۔ پھر اچانک پیچھے ہٹ کر ایک زور دار لات سیامیز کے پیٹ پر رسید کر دی۔ وہ اچھل کر سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔!

ٹھیک اُسی وقت کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ دونوں جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ پھر جیفرسن نے کڑک کر پوچھا تھا۔ "کون ہے....؟"

"پولیس....! دروازہ کھولو....!" باہر سے آواز آئی۔

وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ دروازہ کھولنے کو پھر کہا گیا۔ اور جیفرسن دھاڑا "بھاگ جاؤ۔ یہاں پولیس کا کیا کام....!"

"دروازہ کھولو.... ورنہ توڑ دیا جائے گا۔!" باہر سے آواز آئی۔

"یہ کیا بکواس ہے۔!" کہہ کر جیفرسن نے دروازہ کھول دیا تھا۔ رابی نے آنکھیں پھاڑ کر اُس آدمی کو دیکھا جو کچھ دیر پہلے اُس سے پوچھ گچھ کرتا رہا تھا۔

"تم پولیس ہو....!" جیفرسن غرایا۔

"ہاں سادہ لباس میں.... کیا تم مجھے اندر آنے کو نہیں کہو گے.... اوہ.... مسٹر رابی کوان بھی موجود ہیں۔!"

"جاؤ تم.... دفع ہو جاؤ....!" جیفرسن نے رابی سے کہا۔!

"نہیں مسٹر رابی کی موجودگی ضروری ہے....!"

"تم میری مرضی کے خلاف کسی کو یہاں نہیں روک سکتے....!"

"روک سکتا ہوں....!" عمران اُسے دھکیل کر اندر گھستا ہوا بولا۔

"نکلو.... نکلو تم بھی باہر.... بغیر اجازت....!"

عمران نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔! رابی بدستور

دیوار سے لگا کھڑا رہا۔!

"اُوہ.... یو باسٹرڈ....!" کہہ کر جیفر سن عمران پر جھپٹا تھا.... لیکن اُس نے ایک طرف ہٹ کر بڑی پھرتی سے اُس کی گردن پر ہاتھ مارا اور وہ اچھل کر کھلے ہوئے دروازے سے باہر جا پڑا....

رابی کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی تھی اور وہ اُسی جگہ کھڑا اپنی مٹھیاں بھینچتا رہ گیا تھا۔!

جیفر سن کے منہ سے گالیوں کا طوفان اُمنڈ پڑا۔ اٹھ کر دوبارہ عمران پر چڑھ دوڑا۔ لیکن غضب ناکی نے ذہن کو اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ حریف کے ممکنہ داؤ کو مدِ نظر رکھ سکتا۔! اس بار عمران کی ٹھوکر اُس کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دباتے ہوئے پھر ڈھیر ہو گیا۔!

رابی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی! عمران اُس کی طرف مڑ کر بولا۔ "خاصے سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو۔!"

رابی خاموش ہی رہا۔ عمران نے جیفر سن کی گردن تھام کر اُسے ہٹ کے اندر گھسیٹ لیا اور ایک طرف پٹختا ہوا بولا۔ "کبھی کبھی جان سے بھی مار دیتا ہوں اور اُس کے بعد جو رپورٹ تیار کرتا ہوں اُس پر آج تک کسی عدالت کو اعتراض نہیں ہوا۔!"

"میں ایک سیاح ہوں.... تمہیں پچھتانا پڑے گا۔!"

"پڑے رہو چپ چاپ.... ہاں رابی کوان....! کس بات پر جھگڑا ہو رہا تھا۔!"

"جھگڑا.... نہیں تو....!"

"یہ تو جملہ معترضہ تھا۔! ہاں تو سیاح صاحب تمہارا کیا نام ہے....!"

"نہیں بتاتا....!"

"لیکن اپنی مالکہ کا پتہ تو بتانا ہی پڑے گا۔!"

"کیسی مالکہ.... کون مالکہ.... تم ضرور پاگل ہو گئے ہو۔!"

"اور یہ بھی بتانا پڑے گا کہ سام ٹرینی کہاں جا رہا تھا اور اُسے کس نے مارا۔!"

"میں کچھ نہیں جانتا۔!"

"سام ٹرینی کو بھی نہیں جانتے۔!"

"نہیں.... میں یہاں تنہا رہتا ہوں.... تم دفتر کے رجسٹر سے معلوم کر سکتے ہو۔!"

"مسٹر رابی کوان....!"

"میں کچھ نہیں جانتا....!"

"غلط کہہ رہے ہو....! پوچھ گچھ کے بعد تم یہاں دوڑے آئے تھے اور سام ٹرینی یہیں سے موٹر سائیکل پر روانہ ہوا تھا۔!"

رابی تھوک نگل کر رہ گیا۔

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں....!"

رابی نے سر کو منفی جنبش دی تھی۔ جیفر سن اُسے گھورتا رہ گیا۔

"اور تم کہہ رہے ہو کہ اپنے مقتول ساتھی کو جانتے تک نہیں۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

جیفر سن کچھ نہ بولا۔ اُس نے پھر گردن ڈال دی تھی۔ وہ ابھی تک فرش پر پڑا ہوا تھا۔ عمران نے رابی سے سوال کیا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ تم میرے بارے میں انہیں بتانے آئے تھے۔"

"نہیں....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نہیں جانتا یہ کون ہے....!" جیفر سن غرایا "اس نے ہٹ میں داخل ہو کر چوری کرنے کی کوشش کی تھی میں نے پکڑ لیا۔!"

"اب تم خاموش رہو کتیا کے بچے ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔!" رابی چیخ کر بولا۔ پھر اُس نے عمران سے کہا "ہاں مسٹر یہ درست ہے کہ میں نے انہیں اطلاع دی تھی کہ تم نے ان کی مادام کے بارے میں مجھ سے پوچھا تھا یہ اُس عورت کو مادام کہتے ہیں لیکن میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔!"

"کب سے ان لوگوں کے لئے کام کر رہے ہو۔!" عمران نے پوچھا۔

"تین سال سے.... لیکن یہاں دو ماہ پہلے آیا ہوں.... اس سے قبل برما میں تھا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کا اصل بزنس کیا ہے.... ویسے انہوں نے ساری دنیا میں شراب خانے کھول رکھے ہیں۔ یہاں سیامیز باز بھی انہوں نے خریدا ہے....!"

جیفر سن سر اٹھائے اُسے خوں خوار نظروں سے دیکھتا رہا۔ اچانک عمران اُس کی طرف مڑ کر بولا۔ "کیا خیال ہے سام ٹرینی مادام کے عتاب کا شکار ہوا ہے....! ظاہر ہے کہ وہ میری نظر میں آ گیا تھا۔ اگر یہ بات ہے تو اب تمہاری بھی خیر نہیں۔!"

"تم لوگ کچھ نہیں جانتے....!" جیفر سن نے کہا۔

"کیا نہیں جانتے۔!"

”ہم جرائم پیشہ نہیں ہیں۔!“

”میں جانتا ہوں کہ تم لوگ دنیا میں امن قائم کرنا چاہتے ہو اور اُس کام کے لئے فنڈ اکٹھا کرتے ہو۔ چوریوں، ڈاکوں اور اسمگلنگ سے اور بہت زیادہ دولت مند لوگوں کو بلیک میل بھی کرتے ہو۔ سائینس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں دنیا کے ترقی یافتہ ترین ممالک کو بھی پیچھے چھوڑ جانے کی تگ ودو میں لگے ہوئے ہو۔ کیا اب اُس دھاری دار آدمی کی لاش کے بارے میں بھی بتاؤں جو جنگل میں پڑی ملی تھی۔!“

جیفر سن حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا پھر بولا!”تم یہاں کی پولیس سے متعلق نہیں معلوم ہوتے.... تم سو فیصد اُسی حرام زادے کے آدمی ہو۔!“

”یہ کس حرام زادے کا تذکرہ ہے....!“

”اُسی کا جس کے لئے تم کام کر رہے ہو۔ خود تم نے اس تدبیر سے سام ٹرینی کو ہٹ سے باہر نکلنے پر مجبور کیا اور گولی مار دی۔!“

عمران نے اپنا شناختی کارڈ نکال کر اُس کے سامنے فرش پر ڈال دیا اور بولا۔ ”لیفٹیننٹ جنجوعہ کہلاتا ہوں اور فیڈرل سے میرا تعلق ہے.... نہیں دیکھو.... میرا شناخت نامہ اور اَب تم اٹھ کر بستر پر بیٹھ سکتے ہو۔! کوئی حرکت کی اور مارے گئے۔ باہر میرے کئی ماتحت موجود ہیں۔!“

جیفر سن نے چُپ چاپ تعمیل کی تھی اور شناخت نامہ دیکھ کر اُسے واپس کر دیا تھا۔

”اَب اُس حرام زادے کے بارے میں بتاؤ۔!“

”وہ ہمی میں سے ایک تھا۔ لیکن اُس نے مادام کے خلاف بغاوت کر دی ہے....!“

”کیا یہ سنگ ہی کا ذکر ہے....!“

”تت.... تم.... جانتے ہو....!“

”ہاں میں جانتا ہوں کہ سر نگی کا اصل نام سنگ ہی ہے۔!“

”تب تو تم لوگ بہت کچھ جانتے ہو....!“

”کیا اتنا شدید جھگڑا ہوا ہے کہ وہ تمہاری مادام کے خاص آدمیوں کو ٹھکانے لگائے دے رہا ہے۔!“

”یہی بات ہے.... جاپانی کو بھی اُسی نے مارا ہے....!“

”لیکن اُس کے ہاتھ کیوں کاٹ دیئے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آسکی....!“

”وہ سنگ کو مار ڈالنے پر مامور کیا گیا تھا....!“

”اُوہ.... تب تو مجھے تم لوگوں پر رحم کھانا چاہئے....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا.... ”اور اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ تمہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا جائے۔!“

”جو دل چاہے کرو....!“ وہ بیزاری سے بولا۔

”اپنے دوسرے ساتھیوں کے نام اور پتے بھی بتاؤ۔ اسی طرح وہ بھی زندہ رہ سکیں گے۔ ورنہ سب مارے جائیں گے سنگ ہی کے ہاتھوں.... تم لوگوں کو اُسکی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔!“

”کچھ بھی ہو....!“جیفر سن شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ ”میں اپنے ساتھیوں کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔! تم شوق سے مجھے گرفتار کر لو....!“

”خیر.... خیر.... یہ سب بعد میں دیکھیں گے۔ ابھی تو تمہاری جان بچانے کا مسئلہ درپیش ہے۔!“ عمران نے کہا۔

اس کے بعد عمران نے اُسے مادام کے بارے میں بہت کچھ ہلایا جلایا تھا لیکن وہ اس کی قیام گاہ کا پتہ نہ بتا سکا۔!

”جتنا کچھ مجھے معلوم تھا بتا چکا ہوں۔“ وہ بالآخر بولا۔ ”اگر مادام کی قیام گاہ کا پتہ معلوم بھی ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا۔“

”اَخاہ.... تو تم ڈیتھ اسکویڈ کے سپاہی ہو۔!“

”مائی گارڈ! اس حد تک جانتے ہو۔ کہیں تم وہی تو نہیں ہو جس سے ہوشیار رہنے کی خاص طور پر ہدایت ملی تھی لیکن نہیں.... وہ نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے ہر ایک کے پاس اُسکی تصویر موجود ہے۔!“

”ذرا مجھے بھی تو دکھانا کون ہے....!“

جیفر سن نے میز سے پرس اٹھایا تھا اور عمران کی تصویر نکال کر اُسے تھما دی تھی۔!

عمران سر کو منفی جنبش دیکر بولا ”میں نہیں جانتا کون ہے۔!“ اور تصویر اُسے واپس کر دی۔!

◆

صفدر اور نیمو عمران کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن اَب بھی میک اَپ ہی میں تھے۔ صفدر بدستور سنکی ”چچا“ تھا اور نیمو بے تکلف بھتیجا.... یا ور....!

”میں تو بے موت مارا گیا....!“ نیمو بڑبڑایا۔

”کیوں.... !کیابات ہے....؟“

”عالیہ بُری طرح میرے ذہن سے چمٹ گئی ہے۔!“

”چمٹی رہنے دو.... کیافرق پڑتا ہے۔!“

”لیکن اَب تم نے وہاں جانے کو بھی منع کردیا ہے۔ کیا کروں گا۔!“

”میں نے خود نہیں منع کیا.... عمران صاحب کا فرمان ہے....!“

”ان کا نام تو فرمان ہی ہونا چاہئے تھا۔ عمران نہ جانے کیوں کہلاتے ہیں۔ لیکن یک بیک تمہیں اُن کی تلاش کی کیوں سوجھی ہے....!“

”جو کام ہمارے ذمے تھا کر چکے۔ اَب تلاش کر کے پوچھیں گے کہ آئندہ کیا کرنا ہے....!“

”ہم کیا کر چکے ہیں....؟“

”پوری عمارت اندر سے دیکھ لی۔!“

”عمارت تو میں نے تم سے پہلے ہی دیکھ لی تھی۔!“

”لیکن تم اُس گہرائی تک نہیں پہنچ سکے تھے جہاں پروفیسر کی تجربہ گاہ واقع ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”تہہ خانے.... میں نے پروفیسر کو تڑی دے کر تہہ خانے بھی دیکھ لئے اور عمران صاحب دراصل یہی معلوم کرنا چاہتے تھے۔!“

”یار بس ختم کرو.... ہوگا کچھ.... میں ایک آدھ پگ برانڈی کا لینا چاہتا ہوں۔!“

”ایک پگ سے زیادہ نہیں۔!“

”تنہا پینے میں مزہ نہیں آتا.... تم بیئر ہی لے لینا۔!“

”میری فکر نہ کرو۔!“

”یار کیا مصیبت ہے.... تم لوگ آخر مولوی کیوں ہوگئے ہو۔!“

”اللہ کا حکم....!“

”مت بور کرو....!“

”اسی کو غنیمت جانو کہ مجھے تمہاری شراب نوشی پر اعتراض نہیں ہے۔!“

”بڑے اَن کلچرڈ لوگ ہو۔!“

”شراب سے اجتناب ہمارے کلچر کا لازمی جزو تھا۔ مقصد یہ تھا کہ نیند کے علاوہ ہمارا ایک لمحہ بھی بے خبری میں نہ گذرے۔!“

”اب اخلاقیات پر بور کروگے....!“

”بیزار ہو اخلاقیات سے....!“

”حد سے زیادہ....!“

”لیکن اگر تمہارے والد صاحب بھی اخلاقیات سے متنفر ہوتے تو تمہارے کاغذات میں ولدیت کا خانہ ”نامعلوم“ سے مزین نظر آتا.... سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کہیں اخلاقات طرۂ امتیاز کیوں ہوتی ہے اور کہیں ایک فضول سی چیز کیوں بن جاتی ہے۔!“

”بس بس.... یہ موضوع ختم.... کوئی اور بات کرو۔!“

”کبھی میں بھی پیتا تھا.... لیکن اَب توبہ کرلی ہے.... اور بتاؤں کیسے.... ایک بار عمران صاحب نے سور کا گوشت سامنے رکھ دیا تھا.... میں بگڑ گیا.... کہنے لگے کیا حرج ہے.... دونوں حرام ہیں۔ اگر وہ سرور بخشتی ہے تو یہ بے حد لذیذ اور طاقت ور ہوتا ہے.... ذرا چکھ کر تو دیکھو۔“

”کس جنجال میں آپھنسا ہوں۔!“ نیمو پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

”نہیں چلو.... پی لو کہیں بیٹھ کر....!“

”تمہارے سامنے پی کر اُسے مزید حرام نہیں کر سکتا....!“

”بس اندازہ ہوا کہ ابھی بالکل خالی نہیں ہوئے۔ سدھر جاؤ گے انشاء اللہ۔!“

نیمو کچھ نہ بولا۔ عجیب طرح کے تاثرات نظر آرہے تھے اُسکی آنکھوں میں۔ ”بور ہوگئے۔!“

صفدر اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا! ”اَب کبھی کچھ نہ سنو گے میری زبان سے.. معاف کردو!“

”نہیں یار.... یہ بات نہیں ہے.... ہاں تو آخر انہیں کہاں تلاش کریں گے....!“

اچانک ایک میلے کچیلے آدمی نے اُنکا راستہ روک لیا اور صفدر سے پوچھا ”آپ داور بخش ہیں!“

”ہاں کیوں....؟“ صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔!

”جی یہ پیکٹ آپ کے لئے ایک آدمی نے دیا ہے....!“

”کیا ہے اس میں....!“

”میں کیا جانوں صاحب ....!“

”کہاں ہے۔۔۔۔وہ آدمی۔۔۔۔!“

”اُس قہوہ خانے میں بیٹھا ہوا ہے۔۔۔۔!“

پہلے میں اُس آدمی کو دیکھ لوں۔۔۔۔ پھر پیکٹ لوں گا۔۔۔۔!“

”آپ کی مرضی صاحب۔۔۔۔!“

وہ دونوں اُس کے ساتھ قہوہ خانے میں آئے تھے۔ اور پھر وہ آدمی بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔

”اب تو نہیں ہے جناب۔۔۔۔ ذرا کی ذرا دیر میں غائب ہو گیا۔۔۔۔! اس کام کے پانچ روپے دیئے تھے مجھے۔۔۔۔!“

”دیئے ہوں گے۔۔۔۔ اب تم ہی یہ پیکٹ کھول کر مجھے دکھاؤ کہ اس میں کیا ہے۔ مجھ سے بھی پانچ روپے لے لینا۔۔۔۔!“

”کھولے دیتے ہیں صاحب۔۔۔۔!“ وہ خوش ہو کر بولا۔ پیکٹ سے ایک چھوٹی سی شیشی بر آمد ہوئی تھی جس میں سیاہی مائل گاڑھا سیال بھرا ہوا تھا۔ اور اُس کے ساتھ ایک پرچہ بھی تھا۔ صفدر نے پرچہ لے کر اُس کی تہیں کھولیں۔ تحریر تھی۔۔۔۔!

”عمران! صفدر کے بیان کی صداقت اور میری نیک نیتی ظاہر کرنے کے
لئے یہ سیال کافی ہے۔! تمہارے دوست کے درد کی دوا۔۔۔۔ درد کی جگہ پر
اس کی مالش کر کے آدھے گھنٹے تک ہوا لگنے دو۔۔ درد رفع ہو جائے گا۔!“

صفدر نے پرچہ جیب میں ڈال لیا۔۔۔۔ نیمو تحریر نہیں پڑھ سکا تھا۔ شیشی کو احتیاط سے دوبارہ پیک کیا اور احتیاط سے کوٹ کی جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ ”تم نے مزید پانچ روپے کما لئے۔!“

وہ آدمی روپے لے کر چل دیا۔ نیمو حیرت سے جلدی جلدی پلکیں جھپکاتا رہا۔

”کیا قصہ ہے۔۔۔۔!“ اُس نے بے صبری سے پوچھا۔

”یار واقعی قابل ترین سنیاسی بابا تھا۔ کل اچانک ایک جگہ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا تمہاری آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں اڑتی ہیں۔ سر چکراتا ہے۔۔۔۔ آج کی بات کل یاد آتی ہے اور کل کی پرسوں۔۔۔۔ اچھا بابا جا کل تجھے دوا مل جائے گی۔۔۔۔ اور آج یہ دیکھو۔۔۔۔!“

”کیوں بیوقوف بنا رہے ہو۔۔۔۔ شیشی میں کیا ہے۔۔۔۔؟“

”دوا۔۔۔۔ یقین کرو۔۔۔۔!“

”نہیں بتانا چاہتے تو اب نہیں پوچھوں گا۔!“

صفدر خود ہی اُلجھن میں پڑا ہوا تھا۔ کس دوست کی بات ہے اور کیسا درد ویسے یہ تو ظاہری تھا کہ پیکٹ اُس نوٹ کے ساتھ تھریسیا ہی نے بھجوایا ہو گا۔

”سوال بدستور برقرار ہے۔۔۔۔!“ نیمو تھوڑی دیر بعد بولا۔

”کیسا سوال۔۔۔۔؟“ صفدر چونک پڑا۔

”ہم انہیں کہاں تلاش کریں۔۔۔۔!“

”اُوہ۔۔۔۔! وہیں چل رہے ہیں۔ ایمرجنسی کی صورت میں ایک عمارت کے مکینوں سے رابطہ قائم کرنے کو کہا تھا۔!“

وہ تاراپور کاٹیج پہنچے۔۔۔۔! صفدر نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔۔۔۔ اندر سے ایک آدمی فوجی وردی میں ملبوس باہر آیا تھا۔

”دادر بخش۔۔۔۔ ڈھمپ سے ملنا چاہتا ہے۔۔۔۔!“ صفدر اُس کے قریب پہنچ کر اتنی آہستگی سے بولا کہ نیمو تک آواز نہ پہنچ سکی۔!

”اندر تشریف لے چلئے۔!“ وہ آدمی پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ صفدر نے نیمو کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔!

دونوں کو ایک سادہ سے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر فوجی وردی والا اندر چلا گیا تھا۔ نیمو سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہی شخص واپس آیا تھا اور ایک پرچہ صفدر کو تھما دیا تھا۔ جس پر تحریر تھا! ”بارہ بج کر بیس منٹ پر۔۔۔۔ گلبار ہوٹل۔۔۔۔ کمرہ نمبر بائیس۔۔۔۔!“

صفدر نے پرچہ تہہ کر کے جیب میں رکھا اور اُس کا شکریہ ادا کر کے اٹھ گیا۔۔۔۔ سڑک پر پہنچ کر اُس نے نیمو سے کہا ”اب تم تنہا تفریح کر سکتے ہو۔۔۔۔!“

”کیا مطلب۔۔۔۔!“

”مجھے عمران صاحب سے تنہا ملنا ہے۔! یہی ہدایت ملی ہے۔۔۔۔!“

”ٹاٹا۔۔۔۔!“ نیمو ہاتھ ہلاتا ہوا یکلخت دوسری طرف گھوم گیا۔۔۔۔ صفدر اُسے تیز رفتاری سے

مخالف سمت میں جاتے دیکھتا رہا.... پھر اُس نے ایک ٹیکسی رکوائی تھی اور گلبار کی طرف روانہ ہو گیا تھا.... معینہ وقت میں ابھی چالیس منٹ باقی تھے پندرہ منٹ میں گلبار پہنچ گیا۔ اور اُس کے ڈائیننگ ہال میں بیٹھ کر کافی پیتا رہا۔

ٹھیک بارہ بجکر بیس منٹ پر اُس نے کمرہ نمبر بائیس کے دروازے پر دستک دی تھی....!

”کون ہے....؟“ اندر سے عمران کی آواز آئی۔

”بارہ بجکر بیس منٹ....!“ صفدر نے کہا۔

دروازہ کھلا اور عمران پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ ”آیئے چچا جان....! ویسے آپ نے اسی میک اَپ میں تشریف لا کر حماقت فرمائی ہے....!“

صفدر کے داخلے کے بعد وہ دروازہ بند کر کے اُس کی طرف مڑا تھا۔

”مجھے یقین ہے کہ آپ کی نگرانی ہو رہی ہو گی....!“

”وہ کھل کر سامنے آگئی ہے.... اسی لئے میں نے میک اَپ کو نظر انداز کر دیا ہے اُس کا پیغام لایا ہوں آپ کے لئے۔!“

”بیٹھ جاؤ.... اور سناؤ پیغام....!“

صفدر نے بالتفصیل اپنی کارکردگی پر روشنی ڈالتے ہوئے تھریسیا کا پیغام دہرایا تھا۔ عمران منہ چلا کر رہ گیا۔ پھر صفدر نے وہ پیکٹ بھی اُس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ چکر میری سمجھ میں نہیں آیا۔!“

لیکن عمران ”چکر“ سے متعلق اظہار خیال کرنے کی بجائے بولا! ”تو وہ مصالحت ہی پر آمادہ ہے!“

”کیا آپ کو وہ میں سچائی نظر آتی ہے....!“

”ہاں....! حالات ایسے ہی ہیں کہ اس پر یقین کیا جا سکتا ہے.... کیا تمہیں وہ فضائی ہنگامہ یاد نہیں۔ ایک دشمن کو ٹھکانے لگانے کے لئے اُس نے مصالحت کر لی تھی....!“

”ہاں یاد تو ہے....!“

”بس تو پھر یہ سمجھ لو کہ وہ چومکھی لڑنے کی بجائے وقتی طور پر مجھ سے مصالحت کر لینے ہی میں عافیت سمجھے گی....!“

”کیا یہ ایسی ہی کوئی سچویشن ہے....!“

”ہاں.... کسی وجہ سے جھگڑا کر بیٹھی ہے سنگ سے اور سنگ نے اُس کے کئی خاص آدمیوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے....!“

”تو گویا.. وہ چاہتی ہے کہ سنگ پر ایک طرف سے آپ دباؤ ڈالیں اور دوسری طرف سے وہ خود!“

”یہی بات ہے....!“ عمران پُر تشویش لہجے میں بولا۔

”آپ کا کون دوست کس درد میں مبتلا ہے....!“

”تھریسیا ہی کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے۔ تم اُسے نہیں جانتے.... اگر اُس کے درد کا درماں ہو گیا تو تصدیق ہو جائے گی کہ تھریسیا مجھے غچہ دینے کے چکر میں نہیں ہے....!“

”اب ہم دونوں کیا کریں....!“

”بس پروفیسر کی بیوی سے عشق نہ کر بیٹھنا۔ اس کے علاوہ جو دل چاہے کرو۔!“

”نیمو تو شائد پڑ گیا ہے اس چکر میں....!“

”میری طرف سے وارننگ دے دینا.... اور اَب سنگ کی تلاش جاری رکھو....!“

”اسی حلئے میں....!“

”کوئی حرج نہیں ہے اور قیام بھی انٹر نیشنل ہی میں رہے گا۔!“

”پھر کسی ضرورت کے تحت یہیں ملاقات کروں۔!“

”نہیں.... تاراپور کاٹیج سے رابطہ قائم کئے بغیر تم مجھ سے نہیں مل سکو گے۔ کیونکہ یہ میرا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ بس اَب جاؤ۔!“

”سنگ سے متعلق لائن بھی تو بتایئے....!“

”ہائی اسٹریٹ میں سیامیز بار ہے۔ وہاں ایک بار ٹنڈر ہے..... رابی کوان اُس پر نظر رکھو۔ ہو سکتا ہے سنگ کسی وقت اُس سے رابطہ قائم کرے۔!“

پھر اُس نے رابی کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا تھا۔! میں نے اُسے حراست میں نہیں لیا۔ صرف جیفرسن حراست میں ہے۔!“

”بہت بہتر....! میں دیکھوں گا....!“ صفدر نے کہا۔

◆

فیاض حسبِ معمول بڑی تندہی سے دوڑ لگا رہا تھا۔ ہٹ کے قریب ہی ایک مسطح جگہ تلاش

کرلی تھی۔ وہیں چکر لگایا کرتا تھا اگر کوئی دور سے دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ شائد اُس کے سر پر ”سینچر“ سوار ہو گیا ہے.... ہر چند کہ یہ ایک سنسان جگہ تھی۔ لیکن فیاض اسی خیال سے ادھر اُدھر دیکھے بغیر اپنے شغل کو جاری رکھتا تھا کہ کہیں کسی شریف آدمی سے آنکھیں چار نہ ہو جائیں۔ اس وقت بھی یہی کیفیت تھی۔ اچانک کسی طرف سے ایک مترنم سی نسوانی آواز آئی۔

”بس کرو.... بس کرو میرے لال.... کہیں ہاتھ منہ نہ توڑ بیٹھنا....!“

فیاض جھٹکے کے ساتھ رُک گیا اور خجالت آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا.... بایاں گال بُری طرح پھڑک کے جا رہا تھا.... وہ ہانپتا اور اطراف میں نظریں دوڑاتا رہا۔ لیکن کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ سماعت کا واہمہ سمجھ کر شانوں کو جنبش دی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایسا قہقہہ سنائی دیا جس سے اُس کی ہڈیاں ہمیشہ سے سلگتی آئی تھیں۔

اور پھر قہقہہ لگانے والا سامنے آگیا۔

”میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا....!“ فیاض دانت پیس کر اُس کی طرف جھپٹا۔ لیکن وہ ایک طرف ہٹ کر بولا ”صبر.... صبر.... کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ویسے یہ بہت بُری بات ہے کہ تمہیں ماما کے بول بھی کڑوے لگتے ہیں۔!“

”تمہیں شرم نہیں آتی....!“ فیاض ہانپتا ہوا بولا۔

”شرم تو آتی ہے لیکن میں نے اُسے منہ لگانا چھوڑ دیا ہے۔ کہ منہ لگی ڈومنی گائے تال بے تال!“

”نہیں....! میں اِس معاملے میں بہت سینٹی مینٹل ہو رہا ہوں۔ آئندہ خیال رکھنا اتنے پرانے تعلقات کی بھی پرواہ نہ ہو گی مجھے....!“

”اَب کسی ”آئندہ“ کا امکان نہیں کہ مجھے تمہارے درد کی دوا مل گئی ہے۔ ہٹ میں چلو۔!“

”جو کچھ کہنا ہے یہیں کہہ دو....!“

”کہنا نہیں.... کرنا ہے.... لیکن اگر یہیں کرنا شروع کر دیا تو دور سے دیکھنے والے نہ جانے کیا سمجھ بیٹھیں۔!“ وہ اُسے چمکارتا ہوا ہٹ میں لایا تھا.... اور پھر بولا تھا ”اَب مجھ سے بھی وہی کرالو جو تھریسیا سے کرایا تھا۔!“

”کیا بکواس کر رہے ہو....!“ فیاض پیر پٹخ کر دھاڑا۔

”قمیض اُتار دو.... شاباش.... اور بستر پر چت لیٹ، جاؤ....!“

”کیا مطلب....!“ فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔ لیکن لہجہ کچھ ڈھیلا پڑ گیا تھا۔

”میں ثابت کر دوں گا کہ دھوئیں میں دھاریوں کی منتقلی محض ایک سائینسی شعبدہ تھا۔!“

”یعنی تمہاری کسی تدبیر سے یہ تین دھاریاں بھی مٹ جائیں گی۔!“

”میرا یہی خیال ہے.... تم لیٹو تو....!“

”اگر نہ غائب ہوئیں تو....!“

”گردن اڑا دینا۔!“

فیاض نے طوعاًو کرہاً عمران کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ عمران نے سیال کی مالش شروع کی۔!

”سیال تو ویسا ہی معلوم ہوتا ہے!“ فیاض آہستہ سے بڑبڑایا تھا اور آنکھیں بند کر لی تھیں۔!

”ہائے.... کیا معصومیت ہے تمہارے چہرے پر.... جیسے ابھی ابھی پیدا ہوئے ہو.... لیکن خدارا پیدائش کا اعلان نہ شروع کر دینا....!“ عمران دانت پر دانت جما کر بولا۔

فیاض کچھ نہ بولا۔

اور پھر آدھے گھنٹے بعد کبھی اپنے سینے پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی عمران کی شکل تکنے لگتا تھا۔!

”یہ.... یہ.... کک.... کمال ہے....!“ بس اتنا ہی زبان سے نکل سکا۔

”لیکن میرے لئے بڑا جنجال ہے سُوپر فیاض....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا، پھر چند لمحے کچھ سوچتے رہنے کے بعد کہا تھا۔ ”بس اَب تم چپ چاپ سردار گڈھ سے کھسک جاؤ.... فتح محمد خان محکمہ خارجہ کا دردِ سر بن گیا ہے....!“

”کیا مطلب....!“

”محکمہ خارجہ کی تحویل میں ہے! تمہارے محکمے کی دخل اندازی قطعی پسند نہیں کی جائے گی۔!“

”لیکن میں کیوں یہاں سے چلا جاؤں....؟“

”اچھی بات ہے اگر اَب کوئی اور دُرگت بنی تو میں کسی قسم کی بھی مدد نہ کر سکوں گا۔!“

”میں یہاں چھٹیاں گذارنے آیا تھا۔!“

”اب کہیں اور جا کر گذار لو....!“

”تم سیریس ہو....!“

”یار فیاض! بات مت بڑھاؤ۔ جو کہہ رہا ہوں کرو.... آج ہی چلے جاؤ تو بہتر ہے....!“

"جیسی تمہاری مرضی....!" فیاض نے کاندھے ڈال دیئے۔

* * *

سنگ اور اُس کا لیفٹیننٹ راجن.... سیامیز بار میں داخل ہوئے دونوں میک اپ میں تھے۔

سنگ ایک کمر خمیدہ بوڑھے کے روپ میں اپنے جواں سال لیفٹیننٹ کے ساتھ گویا گھسٹتا ہوا چل رہا تھا۔ دونوں نے ایک گوشے کی خالی میز پر قبضہ کیا۔ اور پھر راجن اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا اور اسکاچ کی پوری بوتل اور سوڈے کے سائیفن کا آرڈر پلیس کیا۔

اس وقت رابی کوان ہی کاؤنٹر پر تھا اُس نے بڑے ادب سے کہا "ہم اسکاچ نہیں فراہم کر سکیں گے جناب....! پورے سردار گڈھ میں کہیں بھی نہیں ہے....!"

"پانچ کریٹوں کا سودا کرو گے....!" راجن نے آگے جھک کر آہستہ سے پوچھا.... رابی نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور سر ہلا کر بولا تھا "نہیں جناب! یہاں غیر قانونی سودے نہیں ہوتے!"

"میں راما کالئے کا آدمی ہوں.... تمہارے باس نے کل ہی ہم سے جم بیم بوربن کے تین کریٹ خریدے ہیں۔!"

"باس جانے مسٹر....!" میں کونٹر سے آگے کی بات نہیں جانتا۔!"

"سائیمن صاحب سے ملاؤ مجھے....!"

"باس موجود نہیں ہے....!"

"کالئے کو پیسوں کی ضرورت ہے....! بتاؤ سائیمن صاحب کہاں ملیں گے....!"

"میں نہیں جانتا....!" رابی کوان نے مضطربانہ انداز میں کہا! شائد اُس نے کسی خطرے کی بو سونگھ لی تھی اور بائیں جانب والے دروازے کی طرف بار بار کنکھیوں سے دیکھنے لگتا تھا۔

"میرا کیا ہے....!" راجن نے شانوں کو جنبش دی "گاہک بہت ہیں....! کالئے نے کہا تھا پہلے سیامیز میں پوچھ لینا....!"

"میں کچھ نہیں جانتا....!" رابی نے سر جھٹک کر کہا اور دوسرے گاہکوں کی طرف متوجہ ہوگیا.... راجن میز کی طرف پلٹ آیا.... اور آہستہ آہستہ سنگ کو اپنی اور رابی کی گفتگو کے بارے میں بتانے لگا۔

"وہ اوپر اپنے آفس میں موجود ہے....!" سنگ نے کہا "میں صرف رابی کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ کنکھیوں سے زینوں والے دروازے کی طرف دیکھے جارہا تھا۔ بس اَب آؤ چلیں.... اوپر پہنچنا مشکل نہ ہوگا۔!"

وہ دونوں باہر نکلے تھے۔ راجن سنگ سے کئی قدم آگے تھا۔ دفعتاً کوئی سخت سی چیز سنگ کے بائیں پہلو سے چبھی اور وہ چلتے چلتے رک گیا۔ لیکن اس موقع پر بھی اُس کی کمر سیدھی نہ ہوئی۔ اُسی طرح جھکا کھڑا رہا۔ کنکھیوں سے بائیں جانب کھڑے ہوئے آدمی کو دیکھا جس کے اوپری دانت نچلے ہونٹ پر چھائے ہوئے تھے۔!

"یہ ریوالور کی نال ہے.... جو میرے کوٹ کی جیب میں تشریف فرما ہے....!" اُس آدمی نے آہستہ سے کہا۔ "ذرا دیر کے لئے اپنے ساتھی کو ٹال دو....!"

"جیسا حکم بھتیجے....!" سنگ زہریلے لہجے میں بولا۔ پھر اونچی آواز میں راجن سے کہا تھا کہ وہ فی الحال ٹھکانے پر واپس جائے۔ اس نے ارادہ بدل دیا ہے۔! راجن نے مڑ کر حیرت سے اُسے دیکھا تھا۔!

"جاؤ....!" سنگ ہاتھ ہلا کر بولا اور راجن تیزی سے آگے بڑھ گیا۔!

"چلو اَب کہاں چلتے ہو....!" سنگ بولا۔ "لیکن اس بار میں نہیں بیٹھوں گا۔!"

"مجھے علم ہے کہ کیوں نہیں بیٹھو گے۔ سامنے والا کیفے کیسا رہے گا۔!"

"اس علاقے میں نہیں....!"

"میرے پاس وقت کم ہے.... اور اس وقت میں تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں بھی نہیں ڈال سکتا....!"

"آخر کیوں بھتیجے....! جبکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جہاں تمہارے ریوالور کی نال ہٹی میں نے اپنے ہاتھ دکھائے....!"

"میں ایک دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ اس لئے تمہاری گرفتاری سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔"

"اگر یہ بات ہے تو ہٹالو ریوالور کی نال.... میں بھی ایسا بودا نہیں ہوں کہ اپنے الفاظ سے پھر جاؤں گا....!"

"اور تم مجھے بھی اچھی طرح جانتے ہو۔!" اُس نے کہا اور سنگ کے پہلو پر پڑنے والا دباؤ ختم ہوگیا۔ اَب دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔!

قریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد سنگ نے ایک قہوہ خانے کی طرف اشارہ کر کے کہا! "یہ جگہ

بڑی مناسب رہے گی۔!“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔!“

دونوں قہوہ خانے میں داخل ہوئے اور سنگ ایک خالی گوشے کی طرف بڑھتا چلا گیا.... بیٹھ جانے کے بعد سنگ بولا۔ ”بڑی خبیث شکل بنا رکھی ہے تم نے لیکن آنکھوں سے پہچانے جاتے ہو۔“

”اور مجھے دیکھو کہ میں نے کمان میں تیر تلاش کر لیا۔!“

”تمہاری صلاحیتوں کا میں ایک عرصہ سے معترف ہوں۔ اَب اصل بکواس شروع کرو....!“ سنگ نے کھرکھراتی ہوئی آواز میں کہا۔

”خالا سے کیوں اَن بن ہو گئی ہے۔!“

”کیا مطلب....!“

”جیسے تم چچا.... ویسے وہ خالا....!“

”حیلہ کہو.... اُسے تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!“

”بڑی عجیب بات ہے....!“

”پہل اُس نے کی ہے....!“

”تم دونوں جہنم میں جاؤ.... مجھے تو اُس دھاری دار آدمی سے غرض ہے جو اَب بھی زندہ ہے اور میری ہی تحویل میں ہے۔ تم نے توکیو کو مار ڈالا.... سام ٹرینی کا خاتمہ کیا.... اور اب سائیمن کے چکر میں ہو.... مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں....!“

”اوہ.... تو وہ زندہ ہے....! ہو گا.... اَب مجھے اُس سے کوئی سروکار نہیں لیکن تم مجھ سے کیا چاہتے ہو....!“

”اس کے علاوہ اور کیا چاہوں گا کہ فتح محمد خاں اپنی اصلی حالت پر آجائے۔!“

”میں نہیں جانتا کہ وہ کیسے اصلی حالت پر آئے گا۔!“

”پھر کون جانتا ہے....!“

”جس نے اُس کی ہیئت تبدیلی کی ہے....!“

”اُسی کی نشان دہی کرو.... میں نپٹ لوں گا....!“

”یہاں ایک مشہور عمارت ہے فانوس....!“

”وہ جو گول ہے....!“

”وہی.... وہی.... اُس کا مالک پروفیسر ضغیم اشرف.... وہ بھی تنظیم میں میرے ہی رینک کا آدمی ہے....!“

”لیکن وہ تو شائد ماہر نفسیات ہے۔ میں نے اُس کا نام کہیں سنا تھا۔!“

”اول درجے کا فراڈ ہے.... اُس کا موضوع کیمسٹری ہے نفسیات نہیں۔!“

”اچھا تو پھر....!“

”پھر کیا بتاؤں....! میں نے تو آج تک اُس عمارت میں قدم بھی نہیں رکھا.... سب اپنی اپنی فیلڈ سے سروکار رکھتے ہیں۔!“

”آخر تمہارے ذمے کیا کام تھا....!“

”محض نگرانی اور پروفیسر کے کام میں آسانیاں پیدا کرنا۔ اس کی بیوی توانا آدمیوں کو پھانستی ہے اور اُن کے بلڈ گروپ کا پتہ لگاتی ہے۔ ایک مخصوص گروپ کے حامل ہی اس تجربے سے گذر سکتے ہیں۔!“

”لیکن فتح محمد خاں تو جنگل میں غائب ہوا تھا۔!“

”اُس دوران میں راہ بھٹکے ہوئے شکاری بھی پکڑے جا رہے تھے۔ فتح محمد خان کے ساتھ کئی پکڑے گئے تھے۔ لیکن کارآمد بلڈ گروپ والا وہی ثابت ہوا تھا۔!“

”بی گروپ.... ایچ آر فیکٹر نگیٹو....!“

”متیو ہاشی نے بتایا ہو گا....!“ سنگ نے خشک لہجے میں کہا ”خالص کتیا ثابت ہوئی۔!“

”کیا خیال ہے.... تھریسیا فانوس ہی میں ہو گی۔!“

”یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا.... ویسے میرا خیال ہے کہ وہ اپنی دانست میں کسی ایسی جگہ ہرگز نہیں پائی جائے گی جس کی طرف میرا دھیان جا سکے۔!“

”تو اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم پروفیسر اشرف ہے....!“

”ہاں وہی ہے۔ لیکن میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اُس کی مرضی کے بغیر اُس عمارت کے کسی حصے کو ہاتھ بھی نہ لگانا....! ورنہ برقی موت نصیب ہو گی....!“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اُس کی لاعلمی میں وہاں کسی کا داخلہ ناممکن ہے۔!“

”ہاں میں یہی کہہ رہا ہوں۔۔۔۔!“

”تم بھی نہیں داخل ہو سکتے۔!“

”اگر یہ دشواری نہ ہوتی تو کبھی کا تھریسیا کی تلاش میں وہاں جا چکا ہوتا۔!“

”تب تو پھر وہ وہیں ہوگی۔۔۔ ایسے محفوظ قلعے کو کون نظر انداز کرے گا۔!“

”شائد تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔۔ وہ وہیں ہوگی۔۔۔۔!“ سنگ نے آہستہ سے کہا۔

”اگر ہم دونوں مل کر کوشش کریں۔۔۔۔ تو۔۔۔۔!“

”کوئی کوشش بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔ فانوس کا اصل برقی نظام پروفیسر کا ذاتی ہے۔۔۔۔! اُس کا شہر کے بجلی گھر سے کوئی تعلق نہیں۔ محض دکھاوے کے لئے باضابطہ لائین بھی حاصل کر رکھی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اُس لائین کو ناکارہ بنا دیا جائے تب بھی عمارت میں داخلہ ممکن نہ ہوگا۔!“

”تب تو واقعی ناممکن ہی ہے۔۔۔۔!“

”لیکن اگر تم چاہو تو اُس کی بیوی کے توسط سے اُس پر ہاتھ ڈال سکتے ہو۔!“

سنگ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ”تمہارا کام اسی طرح ہو سکتا ہے کہ پروفیسر تمہارے قبضے میں آجائے۔۔۔۔!“

”میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اَب تم میری طرف سے قہوے کی ایک پیالی پیو اور چلتے پھرتے نظر آؤ جب تک نظروں سے اوجھل نہیں ہو جاؤ گے یہیں بیٹھا رہونگا۔!“

”اگر کسی نے تعاقب کیا تو مارا جائے گا۔۔۔۔!“ سنگ نے نتھنے پھلائے۔

”چچا چاہے جتنا حرامی ہو۔ بھتیجا واقعی فراخ دل ہے۔!“

”کوئی بہت ہی بڑا حرامی پن تمہارے اس رویئے میں پوشیدہ ہے۔۔۔۔!“

”سوچنے کے لئے مواد بھی لے جا رہے ہو۔۔۔۔!“

”میں اس کے علاوہ آج کل اور کچھ نہیں سوچ رہا کہ تھریسیا میری گرفت میں آجائے۔!“

”اور پھر جہاں اُس نے مسکرا کر تمہاری طرف دیکھنا چنا شروع کر دو گے دُم کے بَل۔۔۔۔!“

”دنیا کی واحد عورت ہوگی جس کا پیٹ چاک کر کے آنتیں باہر نکال دوں گا۔!“

”اور چاقو پیٹ ہی میں بھول آنا۔۔۔۔!“

”ابے بس۔۔۔۔ بکواس بند کر۔۔۔۔!“ سنگ نے کہا اور اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

اوپری دانت نچلے ہونٹوں کو ہولے ہولے سہلاتے رہے۔

◆

دوسری صبح عمران نے سیامیز کے مالک سائیمن بارڈ کے قتل کی خبر بھی اخبار میں پڑھ لی۔ یہ ایک سفید فام غیر ملکی تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق سنگ صرف تھریسیا کے مخصوص خدام کو ٹھکانے لگا رہا تھا۔ بحیثیت لیفٹیننٹ جنجوعہ عمران نے ہومی سائیڈ کے آفیسروں سے رابطہ قائم کر کے مقتول سائیمن کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں۔ اُس کی شہریت کے کاغذات جعلی ثابت ہوئے تھے۔ اِسی طرح توکیو اور سام ٹرینی بھی غیر قانونی طور پر ملک میں داخلے کے مرتکب پائے گئے تھے۔ جیفرسن قید میں تھا لیکن اُس نے اپنی زبان بند کر لی تھی۔ اور کاغذات بھی نہیں پیش کر سکا تھا۔ ویسے بھی عمران نے اُسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ زیرو لینڈ کا نام اگر اُس کی زبان پر آیا تو پھر اُس کی گلو خلاصی ناممکن ہوگی۔۔۔۔ سنگ ہی پر قابو پانے کے بعد وہ اُس کی رہائی کی بھی کوئی تدبیر کرے گا۔۔۔۔ یہ سب کچھ اُس نے اس موقع پر کیا تھا کہ شائد وہ تھریسیا کے سلسلے میں اُس کی زبان کھلوا سکے۔۔۔۔ لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوئی تھی اور اُس معاملے کو جہاں تہاں چھوڑ دیا تھا۔۔۔۔ ہیڈ کوارٹر سے اُس نے انٹر نیشنل کا رخ کیا تھا جہاں صفدر اور نیمو مقیم تھے۔۔۔۔ دروازے پر دستک دینے سے پہلے ہی اُس نے مصنوعی دانت کا چھپر نکال کر جیب میں ڈال لیا تھا۔ نیمو نے دروازہ کھولا اور اُسے دیکھتے ہی بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔!

”صفدر کہاں ہے۔۔۔۔؟“ عمران نے دروازہ بند کر کے پوچھا۔

”پتا نہیں۔۔۔ صبح ہی سے غائب ہے۔۔۔ بہت اچھا کیا کہ آپ خود ہی آگئے ورنہ صفدر نے مجھے قطعی نہیں بتایا کہ تاراپور کاٹیج سے رجوع کرنے کے بعد آپ سے ملاقات کس طرح ہوتی ہے۔!“

”خیریت۔۔۔۔!“ عمران اُسے گھورتا ہوا بولا ”میری یاد کیوں ستا رہی تھی۔۔۔۔!“

”عالیہ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔۔۔۔!“

”چھالیہ تو میں کھاتا ہی نہیں۔۔۔۔!“ عمران نے مایوسی سے کہا۔

”عالیہ۔۔۔۔ عالیہ۔۔۔۔ پروفیسر ضیغم اشرف کی بیوی۔۔۔۔!“

”اُوہ۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔ مگر کیوں۔۔۔۔؟ وہ مجھے کیا جانے۔۔۔۔!“

”یہ میں نہیں جانتا.... اُس نے کہا تھا عمران سے کہنا پہلے مجھ سے مل لیں۔ میں نے پوچھا تھا کس سے، پہلے لیکن اُس نے جواب دینے کی بجائے کہا کہ مجھے اس سے سروکار نہ ہونا چا بس اُس کا پیغام انہی الفاظ میں آپ تک پہنچا دیا جائے.... سو میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوا۔!“

”نہیں بتایا کہ ملنے کی کیا صورت ہو گی۔!“

”ایک فون نمبر دیا تھا جس پر کسی وقت بھی اُس سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔! عمران نے نمبر نوٹ کرتے ہوئے پوچھا! ”کیا صفدر کو اس کا علم ہے....!“

”ہرگز نہیں....! اس کے لئے اُس نے سختی سے منع کر دیا تھا۔!“

”ٹھیک ہے.... اُس سے تذکرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں....! اور سناؤ اس دوران میں کتنی لڑکیاں پسند آئیں۔!“

”ڈیوٹی پر لڑکیاں پسند نہیں کرتا....!“ نیمو نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ ”ویسے ایک گذارش ہے کہ عالیہ سے ہوشیار رہئے گا۔ غیر متوقع طور پر بے تکلف ہو جاتی ہے۔!“

”کیا تم شرمندگی اٹھا چکے ہو۔!“

”مجھے تو اُس کے صحیح الدماغ ہی ہونے میں شبہ ہے۔!“ نیمو جھینپ کر بولا۔

”خیر.... خیر.... ہم ایک مہم سر کرنے نکلے ہیں.... اور پروفیسر کی بیوی اس مہم کا ایک اہم مرحلہ معلوم ہوتی ہے۔!“

نیمو کچھ نہ بولا۔ عمران نے کہا ”صفدر سے کہہ دینا کہ اُسے جس کام پر لگایا تھا اُسے ترک کر کے فی الحال آرام کرے....!“

اس کے بعد وہ کمرے سے نکلا چلا آیا تھا۔ راہداری سنسان تھی۔ اُس نے پھر مصنوعی دانتوں کا خول چڑھا لیا۔ اور ہوٹل سے باہر نکل کر ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کا رخ کیا تھا۔ فون پر عالیہ کے دیئے ہوئے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی تھی ”ڈاکٹر عالیہ اشرف۔!“

”پیاز کا آڑھتی....!“

”اُوہ.... تم ہو....! ابھی اُس سے ملے تو نہیں۔!“

”تمہارا پیغام ملتے ہی ارادہ ملتوی کر دیا۔!“

”بہت اچھا کیا.... گل بار کے فیملی کیبن نمبر سات میں.... ٹھیک تین بجے....!“

”پہنچ جاؤں گا....!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ اور عمران نے ریسیور ہک سے لٹکا دیا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔! سنگ اُس کے اس میک اپ میں سے بھی واقف ہو چکا تھا۔ اس لئے اُسے خدشہ تھا کہ کہیں اُس کا کوئی آدمی اُس کی نگرانی نہ کر رہا ہو۔ بہر حال شبہ رفع کرنے کے لئے اُس نے ایسی تدابیر اختیار کی تھیں جن سے تعاقب کا علم ہو جاتا۔ بہر حال اس وقت تو اس کا اندیشہ غلط ہی ثابت ہوا تھا۔ کوئی بھی ایسا نظر نہ آیا جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہ کر سکتا۔! ٹھیک تین بجے گلبار کے فیملی کیبن نمبر سات میں داخل ہوا اور اس وقت ریڈی میڈ میک اَپ میں بھی نہیں تھا۔ چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برس رہے تھے۔ عالیہ کیبن میں موجود تھی۔ اُسے دیکھ کر اٹھ گئی اور خاموش کھڑی بغور دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی ”کیسے یقین کرلوں کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو....!“

”کک.... کون کہتا ہے....؟“ عمران بوکھلا کر بولا۔

”بیٹھ جاؤ....!“ وہ ہاتھ ہلا کر بولی.... اور عمران اس طرح بیٹھ گیا جیسے خدشہ ہو کہ ذرا سا بھی ڈھیلا پڑا تو کرسی نیچے سے نکل جائے گی۔

”یقین نہیں آتا کہ وہ.... تم سے خائف ہو گی.... تم سے....!“

”کک.... کون....!“ وہ ہونقوں کی طرح اپنا سر ٹٹولتا ہوا بولا۔

”ٹی.... تھری.... بی....!“

”ارے وہ....!“ عمران سر جھٹک کر بولا ”آنٹی تھریسیا۔!“

”بس یقین آگیا.... جو نظر آتے ہو حقیقتاً وہ نہیں ہو۔!“

”چیونگم....!“ عمران چیونگم کا پیکٹ اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ جو شکریے کے ساتھ قبول کر لیا گیا تھا۔ اور وہ اب بھی اُسے بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھے جا رہی تھی۔ آخر بولی ”عجیب اتفاق ہے۔ تمہی سے مڈ بھیڑ ہو گئی تھی۔!“

”میری اور اُس کی روحانی اٹھا پٹک رہتی ہے....!“

”جانتے ہو.... وہ تم سے کیوں مصالحت پر آمادہ ہو گئی ہے۔!“

”مصالحت....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔ ”وہ اور مجھ سے مصالحت....!“

“بہتر ہے کہ تم اس پر یقین نہ کرو....!”

“بات ہی سمجھ میں نہیں آئی.... پھر یقین اور بے یقینی کا کیا سوال....؟”

“اُس کا ایک کارکن اُس سے برگشتہ ہو کر اُس کے خاص آدمیوں کو قتل کر رہا ہے اور خود اُس کی تلاش میں بھی ہے....!”

“اچھا....!” عمران نے حیرت سے کہا “تو یہ جو ادھر اتنے قتل ہوئے ہیں۔!”

“اُسی کا ہاتھ ہے اُن میں.... بہر حال شائد وہ تم سے اسی لئے مصالحت پر آمادہ ہو گئی ہے کہ تم فی الحال اُس کے پیچھے نہ پڑو....!”

“لیکن تم اُس سے کیوں برگشتہ ہو گئی ہو۔!”

“مجھے اُس سے شدید نفرت ہے کیونکہ وہ ہمیں پالتو کتوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہے۔!”

“پروفیسر کا کیا رویہ ہے....!”

“ان کا بس چلے تو اُس کے تلوے چاٹ کر رکھ دیں۔!”

“کیا وہ فانوس ہی میں ہے۔!”

“یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی.... کیونکہ فانوس کے رازوں سے پوری طرح میں بھی آگاہ نہیں ہوں۔ البتہ اُس کی آواز وہاں ضرور سنی جاتی ہے۔!”

“ہائیں.... تمہیں شوہر کے کسی راز کا علم نہیں....! کیسی بیوی ہو....!”

“بس ایسی ہی بیوی ہوں....! پروفیسر کی سیکریٹری تھی۔ کسی طرح مجھے علم ہو گیا کہ پروفیسر غیر ملکیوں سے ساز باز رکھتے ہیں۔ لہٰذا میں نے انہیں بلیک میل کرنا شروع کیا.... میں خود کوئی بہت اچھی تھوڑا ہی ہوں.... پروفیسر کی بے پناہ دولت پر میری نظر تھی۔ بہر حال پروفیسر کو بلیک میل کر کے اُن سے شادی کر لی اور مسلسل کوشش کرتی رہی کہ وہ تنظیم سے الگ ہو جائیں لیکن اُس پر تو بھوت سوار ہے۔ وہ اسے بہت بڑی بات سمجھتے ہیں کہ سائینس کے میدان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ لوگوں سے اُن کا تعلق ہو گیا ہے۔! بہر حال مجبوری یہ ہے کہ میں پروفیسر کو چھوڑ نہیں سکتی۔ اس لئے خود بھی الجھ گئی ہوں۔ اگر تم کسی طرح اُس عورت پر قابو پا جاؤ تو.... تو کتنا اچھا ہو.... لیکن تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا پڑے گا کہ بعد میں تم مجھے اور پروفیسر کو بھی قانون کے حوالے نہیں کر دو گے....!”

“تمہیں میرے بارے میں اتنی تفصیل سے کس نے بتایا ہے۔!”

“پروفیسر نے.... اور پروفیسر کی معلومات کا ذریعہ خود تھریسیا ہے....!”

“تو پھر اب تم ہی بتاؤ کہ میں اُس پر کس طرح قابو پا سکتا ہوں۔!”

“یہ تمہارے سوچنے کی بات ہے.... میں کیا بتاؤں۔!”

“میں نے سنا ہے کہ پروفیسر کی مرضی کے بغیر کوئی فانوس میں داخل نہیں ہو سکتا۔!”

“تم نے ٹھیک سنا ہے....!”

“تب تو تھریسیا وہیں ہو گی۔ برگشتہ ہو جانے والے کارکن کی وجہ سے وہ قیام کے لئے ایسی ہی جگہ کو ترجیح دے گی جہاں وہ نہ پہنچ سکے۔!”

“میں بھی یہی سوچتی رہی ہوں....!”

“لیکن اُسے تلاش نہیں کر سکیں....!”

“نہیں.... میں صرف یہ جانتی ہوں کہ فرش کے نیچے تہہ خانے ہیں اور میں وہاں تک پہنچ سکتی ہوں.... لیکن چھت پر نہیں پہنچ سکتی.... چھتوں پر کیا ہے میں نہیں جانتی۔ عمارت باہر سے گلوب کی طرح گول ہے۔ اُس گولائی اور چھتوں کے درمیانی خلاء میں کیا ہے....! میں نے پروفیسر سے پوچھا تھا لیکن اُس کا جواب ہے کہ وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔!”

“اگر میں کسی طرح اُس عمارت میں داخل ہو سکوں....!”

“میں تم سے یہی کہنا چاہتی تھی.... پروفیسر کی لاعلمی میں تمہارا داخلہ ممکن ہے اگر میں چاہوں.... چھپائے بھی رکھ سکتی ہوں۔!”

“ملازمین کتنے ہیں جو عمارت کے اندر رہتے ہیں....!”

“گیارہ....!”

“ٹھیک ہے.... تو پھر لاؤ.... ہاتھ پر ہاتھ مارو.... میں تیار ہوں....!” عمران اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا تھا۔

◆

سنگ کا نائب راجن اُسے حیرت سے دیکھے جا رہا تھا کیونکہ وہ معجزاتی طور پر بدل گیا تھا۔ راجن کو اپنی بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا اس لئے کہ وہ دبلے پتلے سنگ ہی سے ایک قوی ہیکل

پٹھان میں تبدیل ہو گیا تھا۔ لیکن آخر جسمانی طور پر بھی وہ اتنا لحیم شحیم کیسے نظر آنے لگا تھا۔

سنگ اُس کا حلیہ دیکھ کر ہنس پڑا اور بولا۔ ”محض چہرے کا گٹ اَپ کر لینے میں کیا رکھا ہے۔ سرکس کے مسخرے بھی کر لیتے ہیں۔! اس فن کی معراج تو دراصل یہی ہے جس میں تم مجھے دیکھ رہے ہو۔!“

”میری سمجھ سے باہر ہے جناب....!“

سنگ نے قمیض اُتار دی اور بولا ”یہ وہی میٹریل ہے جس سے خلاء بازوں کا لباس تیار کیا جاتا ہے لیکن اُس لباس میں تناسب نہیں ہوتا۔ اس میں تناسب کا خیال رکھا گیا ہے۔ اگر اسے جسم پر منڈھ لینے کے بعد اوپر سے معمولی لباس پہن لیا جائے تو نیچے والا لباس جسامت بن جاتا ہے۔!“

اُس نے پھر قمیض پہن لی تھی۔ لیکن راجن کی حیرت کم نہ ہوئی۔

”اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے جسم پر منڈھ لینے کے بعد میں الیکٹرک شاک سے بھی محفوظ رہ سکوں گا۔!“ سنگ نے کہا ”فانوس میں پیش آنے والی اہم ترین پرابلم کا حل....!“

”لیکن آپ وہاں داخل کیسے ہوں گے۔!“

”ہارڈی لے جائے گا.... میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ میرے قابو میں آگیا ہے....!“

”لیکن وہ تو سفید فام ہے.... تھریسیا کو سفید فاموں پر بڑا اعتماد ہے۔!“

”بہتیرے لوگ اُس کی سخت گیری سے نالاں ہیں۔ ہارڈی بھی انہی میں سے ایک ہے۔ میری ہی طرح وہ بھی عورت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔! لیکن تھریسیا اُس پر کڑی نظر رکھتی ہے۔ اور میں پچھلے دو دنوں سے اُسے عیش کرا رہا ہوں۔!“

”لیکن وہ آپ کو فانوس میں کیسے لے جائے گا۔!“

”کچھ سامان ایک جگہ سے فانوس میں منتقل کرنا ہے۔ دوسرے باربرداروں کے ساتھ وہ مجھے بھی لے جائے گا.... اور پھر دوسروں کو رخصت کر کے مجھے وہیں کہیں چھپا دے گا۔!“

”اچھی طرح سوچ لیجئے گا جناب کہیں دھوکا نہ ہو۔ یہ سفید فام سور لومڑی کی اولاد ہوتے ہیں۔!“

”بے فکر رہو....! میں چہروں پر اندر کا حال پڑھ لینے.... کا ماہر ہوں.... وہ دھوکا نہیں دے گا۔ یہ اور بات ہے کہ میں خود اپنی لاعلمی کی بناء پر چوٹ کھا جاؤں۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”میں نے وہ عمارت اندر سے نہیں دیکھی....! اور ہارڈی بھی اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ویسے اُس نے مجھے چھپانے کے لئے ایک جگہ تلاش کر لی ہے....!“

”خطرناک کام ہے....! اندھی چال....!“

”دوسری بات! وہ مجھے اس میک اپ میں سنگ ہی کی حیثیت سے نہیں جانتا میں نے اُس سے کہا ہے کہ میرے ایک آدمی کو کسی طرح فانوس پہنچا دے.... میں تو اس کے لئے صمد خان ہوں.... ایک مزدور....!“

”یہ بہت اچھا کیا آپ نے....!“

”اور میری عدم موجودگی میں تم.... پانچ نمبر والوں کو تلاش کرتے رہنا.... اور جو بھی ہاتھ لگے اُسے ختم کر دینا....!“

”بہت بہتر جناب....! آپ نے دیکھ ہی لیا کہ میں نے سام ٹرینی کو کیسے مارا تھا۔!“

”شاندار... یقین کرو کہ اس مہم کے بعد تم یہاں کے سب سے زیادہ دولت مند آدمی ہو گے!“

”ایک بار پھر عرض کروں گا کہ راجن کے لئے آپ کی ذات ہی کافی ہے....! میں بچپن ہی سے عقل مندی اور طاقت کا پجاری رہا ہوں۔!“

”اَب ذرا ایک بوتل کھولو....!“

”پھر وہ دونوں پینے بیٹھ گئے تھے اور سنگ مختلف قسم کی عورتوں کے بارے میں اپنے تجربات بیان کرنے لگا تھا۔

قریباً ایک گھنٹے بعد وہ باہر نکلا اور ایک طرف چل پڑا.... شائد دو ڈھائی میل پیدل چلنے کے بعد مشینری کے اسپیئر پارٹس کے ایک گودام کے سامنے رُکا تھا۔ غالباً یہیں سے اُسے کچھ سامان فانوس میں پہنچانا تھا.... سامان ٹرک پر بار کیا جا رہا تھا۔

روانگی کے وقت سنگ بھی دو مزدوروں کے ساتھ ٹرک کے پچھلے حصے میں بیٹھ گیا.... اُس سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔

فانوس کی کمپاؤنڈ میں ہارڈی ٹرک کی آمد کا منتظر تھا۔! ٹرک سے سامان اُترنے لگا.... ہارڈی کی نظر خصوصیت سے سنگ پر تھی اور وہ بہت زیادہ نروس دکھائی دے رہا تھا۔! سنگ اُس کے

قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا! "یہ کیا کر رہے ہو.... خود کو سنبھالو.... ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔!"

"وہ.... وہ.... خود کیوں نہیں آیا....!" ہارڈی ہکلایا۔

"وہ خود نہیں آسکتا....! اپنی جسامت کو نہیں چھپا سکتا۔ خواہ کچھ کر ڈالے ہر حال میں پہچان لیا جائے گا۔!"

"تت.... تم کیا کرو گے....!"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو.... کسی طرح اندر پہنچا کر چھپنے کی جگہ دکھا دو....!"

"اچھا.... اچھا....!"

دوسرے مزدور سامان اٹھا کر اندر جا رہے تھے۔ سنگ نے بھی کچھ اٹھایا۔ اور اُن کے پیچھے چلتا ہوا عمارت میں داخل ہوا.... جہاں سامان رکھنا تھا۔ وہاں ہارڈی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور سنگ نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ عمارت کے کسی بھی فرد کی توجہ اُن کی طرف نہیں ہے۔ یہ کمرہ غالباً گودام کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا۔ پہلے ہی سے خاصا کاٹھ کباڑ یہاں موجود تھا۔

آخری پھیرے کے بعد جب مزدور باہر نکل رہے تھے۔ سنگ ایک طرف رکھے ہوئے کریٹوں کی اوٹ میں ہو گیا.... ہارڈی دوسرے مزدوروں کو رخصت کر کے پھر گودام میں داخل ہوا اور متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سنگ کریٹوں کے پیچھے سے نکلا تھا۔ ہارڈی نے جھپٹ کر دروازہ بند کر دیا۔!

◆

تین دن سے عمران کا کہیں پتا نہ تھا۔ تاراپور کاٹیج والے بھی اُس کی نشان دہی نہیں کر سکے تھے۔ صفدر کو اُس سے مل بیٹھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ ضعیم اشرف نے فون پر تھریسیا سے ہونے والی گفتگو کی یاد دہانی کراتے ہوئے اطلاع دی تھی کہ عمران نے ابھی تک اُس سے رابطہ قائم نہیں کیا۔

صفدر اور نیمو انٹرنیشنل والے کمرے میں بیٹھے یہی سوچ رہے تھے کہ عمران کو کہاں تلاش کیا جائے۔

"آخر ضعیم اشرف عمران صاحب سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔!" نیمو نے کہا۔

"اُس کی بیوی کیوں ملنا چاہتی تھی۔!"

"اُس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا۔!"

"اسی طرح ڈاکٹر اشرف نے بھی مجھے یہ نہیں بتایا کہ وہ اُن سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔!"

"خدا جانے وہ اُن سے ملی بھی یا نہیں۔! فون نمبر تو میں نے دے دیا تھا۔!"

"اس چکر میں نہ پڑو.... وہ اپنے بارے میں کبھی کسی کو کچھ نہیں بتاتے اور جب ان کا دل چاہتا ہے پہلے سے طے شدہ پلان کو بھی سرے سے رَد کر کے کچھ اور کر گزرتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لو.... پہلے یہ اسکیم تھی کہ تم اُن کے میک اَپ میں ضعیم اشرف سے ملو گے۔ لیکن پھر اچانک چچا بھتیجے والی اسکیم بن گئی۔!"

"مقصد ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"مقصد کا علم صرف ایکس ٹو کو ہوتا ہے یا پھر بعض حالات کے تحت وہ عمران صاحب کو بھی آگاہ کر دیتا ہے۔ لیکن بات عمران صاحب سے آگے نہیں بڑھتی۔!"

نیمو کچھ نہ بولا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی۔ صفدر نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے پروفیسر ضعیم اشرف کی آواز آئی تھی "ملاقات ہوئی....؟"

"نہیں پروفیسر۔!" صفدر بولا۔

"مجھے یقین نہیں ہے کہ تم نے پہلا پیغام اُس تک پہنچا ہی دیا ہو۔!"

"بھلا میں جھوٹ کیوں بولنے لگا۔!"

"تمہاری اپنی کوئی مصلحت ہو گی۔!"

"میں اُن کی ماتحتی میں کام کرتا ہوں۔ پروفیسر....! اُن کے سلسلے میں میری اپنی کوئی مصلحت نہیں ہو سکتی۔!"

"خیر....! فی الحال ایک بہت ہی اہم مسئلہ درپیش ہے....! فون پر اُس سے متعلق گفتگو نہیں کی جا سکتی۔! اس لئے تم دونوں یہیں آجاؤ۔!"

"اچھی بات ہے.... بیس منٹ کے اندر ہی پہنچ جائیں گے۔!" صفدر نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کہاں پہنچ جائیں گے....؟" نیمو نے پوچھا۔

"فانوس....! پروفیسر نے ہم دونوں کو بلایا ہے۔ کسی اہم مسئلے پر بالمشافہ گفتگو کرے گا۔!"

"سوچ لو.... کہیں چوٹ نہ ہو جائے۔!"

"فکر نہ کرو.... سب ٹھیک ہے۔ !میں اپنی ذمہ داری پر تمہیں لے جاؤں گا۔!"

"اور دونوں کی موت کی ذمہ داری کس پر ہو گی۔!"

"عمران صاحب پر....!" صفدر جھنجھلا کر بولا۔

نیمو طوعاً و کرہاً اٹھا تھا اور اُس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُن کی ٹیکسی فانوس کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

پروفیسر تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ شائد اُس نے پہلے ہی اُن سے متعلق ملازمین کو ہدایات دے دی تھیں۔

"بیٹھ جاؤ....!" پروفیسر نے سامنے والی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"دونوں کو بلانے کی کیا ضرورت تھی....!" صفدر نے بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔ "جبکہ بات صرف تین افراد کے درمیان تھی۔ آپ نے بھی سُنا تھا۔!"

نیمو نے حیرت سے صفدر کی طرف دیکھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔!

"اب مجھے جو حکم ملا ہے اُس کے مطابق یہی ہونا تھا۔!"

"لیکن ایک بات پھر واضح کردوں کہ اگر عمران صاحب نے آپ سے رابطہ قائم نہیں کیا تو اس میں میرا کیا قصور....!"

"تمہیں کون قصوروار ٹھہرا رہا ہے۔ !مادام تم سے مزید گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔!"

"کیا بہ نفسِ نفیس موجود ہیں۔!"

"میں نہیں جانتا....!جس طرح اُس دن گفتگو ہوئی تھی۔ آج بھی ہو جائے گی۔!"

"تو یہ بھی ساتھ جائیں گے....!" صفدر نے نیمو کی طرف مڑ کر پوچھا۔

جواب اثبات میں ملا تھا۔ صفدر نے کہا۔ "اور اگر میں اس سے انکار کر دوں تو۔!"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہو گا وہی جو مادام چاہیں گی۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....؟" نیمو اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ !پھر دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ سن سا ہو کر رہ گیا۔ !ایک سفید فام آدمی اسٹین گن لئے کھڑا نظر آیا۔ نال انہی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ نیمو پھر بیٹھ گیا اور قہر آلود نظروں سے پروفیسر کو گھورنے لگا۔!

"بُرا ماننے کی ضرورت نہیں۔!" پروفیسر نے نرم لہجے میں کہا۔ !"اُس قوت کے آگے میں

بھی اتنا ہی بے بس ہوں جتنے تم ہو۔!"

"یہ کس قوت کی بات ہو رہی ہے۔!" نیمو نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں صفدر سے پوچھا۔!

"ابھی دیکھ ہی لو گے....!" صفدر بیزاری سے بولا! وہ سوچ رہا تھا کہ اس بار سچ مچ پھنس ہی گئے۔ نیمو کے مشورے پر عمل کرنا چاہیئے تھا۔

ویسے اُن لوگوں کے پچھلے رویئے کی بناء پر سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ اتنی سی بات پر اسٹین گن نکل آئے گی! اُس نے بغور اُس سفید فام آدمی کا جائزہ لیا جس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔ خاصا چوکنا لگ رہا تھا۔ کچھ کر گذرنے کا بھی امکان نظر نہ آیا۔

"اور اب تم دونوں اُس دیوار پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاؤ....!" پروفیسر نے کہا "جامہ تلاشی لی جائیگی....!"

"ہمارے پاس اسلحہ نہیں ہے....!" صفدر بیزاری سے بولا۔

"قلم تراش چاقو بھی وہاں نہ لے جاسکو گے۔ چلو جلدی کرو....!"

پھر سفید فام آدمی اُنہیں کور کیئے کھڑا رہا تھا اور پروفیسر نے جامہ تلاشی لی تھی۔ صفدر کے بیان کے مطابق وہ سچ مچ "خالی ہاتھ" تھے....!

"ٹھیک ہے....!" پروفیسر طویل سانس لے کر بولا۔ "اب اُس دروازے سے گذر چلو۔!"

صفدر نے ایک بار پھر خود کو وہیں پایا جہاں سے اُس تہہ خانے میں داخل ہوا تھا۔ ! سفید فام اسٹین گن سنبھالے اُن کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔ نیمو نے بے بسی سے اُس کی طرف دیکھا اور تھوک نگل کر رہ گیا۔!

زندگی میں پہلی بار اس قسم کے حالات سے گذرا تھا۔

تہہ خانے میں پہنچ کر وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔ اسلحہ بردار سفید فام آدمی اوپر ہی رہ گیا تھا۔ ساتھ نہیں آیا تھا۔!

پروفیسر نے تیزی سے شیشے کے ایک کیبن میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور وہیں سے بولا۔ "یہ مت سمجھنا کہ یہاں تم بے بس نہیں ہو۔!"

اُس کی آواز مائیکروفون سے آئی تھی۔ وہ کہتا رہا "اگر یہاں کی کسی چیز کو ہاتھ لگایا تو بے بسی کی موت مرو گے۔ لہذا جہاں کھڑے ہو وہیں کھڑے رہو۔!"

نیمو نے مٹھیاں بھینچیں تھیں اور صفدر آہستہ سے بولا تھا۔ ”وہ ٹھیک کہہ رہا ہے تن بہ تقدیر چپ چاپ کھڑے رہو۔ اب تو آہی پھنسے ہیں۔ ویسے یہ سمجھ لو جب تک عمران صاحب اِن کے ہاتھ نہیں لگتے یہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ دماغ کو ٹھنڈا رکھو ہو سکتا ہے اب ہماری حیثیت یرغمالیوں جیسی ہو۔!“

”تمہارا خیال درست ہے صفدر....!“ دفعتاً تھریسیا کی آواز تہہ خانے میں گونجی۔ ”تمہاری سرگوشی بھی مجھ تک پہنچ رہی ہے۔ کیا تم نے میرا پیغام اُس تک پہنچادیا تھا....؟“

”اور وہ پیکٹ بھی حوالے کردیا تھا۔!“ صفدر بولا.... نیمو کچھ اور بھی زیادہ حیرت زدہ نظر آنے لگا تھا۔ لیکن خاموش ہی رہا۔

”اس بار اُسکی چالاکی کسی کام نہیں آسکے گی۔ میں نے بڑے خلوص سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ اگر وہ تم سے نہیں ملے تو اس میں ہمارا کیسا قصور ہے۔!“

”کچھ نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔! اب تو تم بطور یرغمال یہاں رہو گے۔ اگر اس عمارت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو یہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ اُڑ جائے گی۔!“

”لیکن عمران صاحب کو اس کی خبر کس طرح ہوگی....! کیونکہ رابطے کا ذریعہ یعنی میں تو یرغمال بنالیا گیا ہوں۔“

”اب اس سے کسی اور طرح رابطہ قائم کیا جائے گا اور جب تک وہ مجھ سے مل نہیں لیتا، تم دونوں خود کو قیدی تصور کرو۔“

”چلو ٹھیک ہے۔!“ صفدر طویل سانس لے کر بولا۔ ”وہ بھی سچ مچ اتنے احمق نہیں ہیں کہ اس عمارت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔!“

”میں مطمئن نہیں ہوں۔! وہ نیم دیوانہ ہے۔!“

کوئی کچھ نہ بولا۔! نیمو کی حالت عجیب تھی۔ اُس کی تو سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہورہا ہے۔!

”دوسری بات۔!“ تھریسیا کی آواز پھر تہہ خانے میں گونجی۔ ”تمہارا یہ ساتھی اپنے بلڈ گروپ کی وجہ سے میرے تجربے کے لئے موزوں ہے۔!“

”تم ایسا نہیں کرسکتیں۔!“ صفدر بے ساختہ بولا۔

”مجھے کون روک سکے گا۔! میں نے چاہا تھا کہ تمہارے ساتھی کو نظر انداز کردوں لیکن عمران کے رویئے نے مجھے مجبور کردیا ہے۔!“

”لاحاصل....!“ صفدر سر ہلا کر بولا ”تمہاری دھمکی عمران صاحب تک نہیں پہنچ سکے گی۔! میرے علاوہ اور کوئی اُن تک یہ بات نہیں پہنچا سکتا۔!“

”وہ کہاں ہے....؟“

”میں نہیں جانتا.... لیکن کسی نہ کسی طرح تلاش کرلوں گا۔!“

”اَب میں خود ہی تلاش کرلوں گی۔ تم آرام کرو....!“ تھریسیا نے کہا پھر خاموشی چھا گئی۔!

تھوڑی دیر بعد شیشے کے کیبن سے پروفیسر کی آواز آئی۔ ”اب میری سنو! تم دونوں چپ چاپ سامنے والی کرسیوں پر بیٹھ جاؤ۔!“

”کیوں دماغ خراب ہوا ہے۔ ایک پٹخنی میں دم نکل جائے گا۔!“ نیمو اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔!

”اُس سے مت اُلجھو۔!“ صفدر آہستہ سے بولا۔ ”جو کہہ رہا ہے فی الحال وہی کرو۔!“

”یعنی گردن کٹوادوں خواہ مخواہ.... پتا نہیں کیسا چکر ہے.... وہ عورت کون تھی اور کس تجربے کی بات کررہی تھی۔!“

”پہلے بیٹھ جاؤ.... پھر بتاؤں گا۔!“

نیمو طوعاً و کرہاً کرسیوں کی طرف بڑھا۔ دونوں قریب قریب بیٹھ گئے لیکن پھر نیمو کے حلق سے بے ہنگم سی آواز نکلی تھی۔! دونوں کو کرسیوں نے اس طرح جکڑ لیا تھا کہ ہل بھی نہیں سکتے تھے۔ پتا نہیں کرسیوں کے کن اطراف سے دائرے کی شکل کی سلاخیں نکلی تھیں اور ان کے گرد حلقہ کرلیا تھا۔

”بالکل ہی پھنسوادیا نا آخر....!“ نیمو بھنا کر بولا۔

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں۔ جتنی دیر بھی زندہ رہ سکو غنیمت ہے۔!“

”بڑے میاں....! میں تمہیں تو پیس ہی ڈالوں گا۔ عہد کرتا ہوں۔!“ نیمو پروفیسر کی طرف دیکھ کر غرایا۔ لیکن وہ اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر کیبن سے نکلا اور لفٹ کے ذریعے اوپر چلا گیا۔

”یار میں تمہیں اتنا بدھو نہیں سمجھتا تھا۔!“ نیمو نے صفدر کی طرف سر گھما کر کہا۔ لیکن وہ کچھ نہ بولا۔ سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔!

کچھ دیر بعد دونوں پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی اور پھر وہ گہری نیند میں ڈوب گئے تھے۔!

◆

پروفیسر اپنی خواب گاہ میں بے خبر سو رہا تھا۔ پتا نہیں کیسے اچانک آنکھ کھل گئی۔ اور خلافِ معمول اندھیرا دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔ گہری نیلی روشنی میں سونے کا عادی تھا۔ آخر اندھیرا کیسے ہو گیا؟ بستر سے نیچے پیر اُتارے ہی تھے کہ کسی نے سختی سے نہ صرف اُس کا منہ دبا دیا بلکہ اُسے بھی اٹھا کر کمر پر لاد لیا۔ گرفت ایسی ہی سخت تھی کہ وہ جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ نامعلوم آدمی کچھ دیر تک اُسے کمر پر لادے چلتا رہا پھر ایک جگہ اُتارتا ہوا آہستہ سے بولا۔ اگر شور مچایا تو گلا گھونٹ دونگا۔!"

پروفیسر اندھیرے میں کھڑا ہانپتا رہا۔ پھر اچانک روشنی ہوئی تھی اور ایک لحیم شحیم پٹھان سامنے کھڑا نظر آیا تھا۔ اور اُس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا چاقو دیکھ کر تو پروفیسر کی گھگھی بندھ گئی۔! وہ اس وقت عمارت کے اُس کمرے میں کھڑا ہوا تھا جسے گودام کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

"تت.... تم کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو....؟" اُس نے بدقت تمام خوف زدہ لہجے میں سوال کیا۔!

"میں ملک الموت ہوں....!" وہ چاقو کا پھل اُس کے چہرے کے قریب نچا کر بولا۔ "اور تم سے تھریسیا کا پتہ پوچھ رہا ہوں....!"

"مم.... میں نہیں جانتا....!"

"بکواس بند کرو.... دوپہر کو وہ تہہ خانے میں بول رہی تھی۔!"

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے لیکن وہ اس عمارت میں نہیں ہیں۔ اور میں قطعی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں۔ تہہ خانے میں ایک ٹرانس میٹر اُن کی آواز کیچ کر کے مائیکروفون کو منتقل کر دیتا ہے!"

"اور وہ تمہارے جوابات بھی سنتی ہے۔!"

"اُسی ٹرانس میٹر کے توسط سے۔!" پروفیسر ہانپتا ہوا بولا "لیکن تم اندر کیسے داخل ہوئے۔!"

"تم صرف میرے سوالات کے جواب دو گے.... چلو.... آگے بڑھو.... اُدھر چلو اُن کریٹوں کے پیچھے.... چلو.... ورنہ چاقو کا پھل بازو میں اُتار دوں گا۔!"

پروفیسر لڑکھڑاتی چال سے آگے بڑھا تھا۔ اور کریٹوں کے پیچھے پہنچا تو نیچے کی سانس نیچے اور اوپر کی اوپر رہ گئی۔ اُس کی بیوی فرش پر دو زانو بیٹھی نظر آئی تھی۔ ہاتھ پشت سے بندھے

ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ اُس کے قریب ہی صفدر اور نیمو آنکھیں بند کئے پڑے تھے۔ شائد اُن پر بیہوشی طاری تھی۔!

"یہ.... یہ کیا ہے....!" پروفیسر کی زبان سے بدقت نکل سکا۔!

"جناب کی بیگم صاحبہ ان قیدیوں کو چپکے سے باہر نکالے دے رہی تھیں.... میں نے سوچا کہ یہ تو بہت بُری بات ہے۔!" پٹھان بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"کیوں عالیہ....؟" پروفیسر بوکھلا کر بولا۔ لیکن عالیہ صرف پلکیں جھپکا کر رہ گئی۔

"وہ جواب نہیں دے سکتی.... لیکن تم میری سنو....!" پٹھان چاقو کو جنبش دے کر بولا

"نیچے تو تہہ خانے ہیں۔ لیکن ان چھتوں کے اوپر کیا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ چھتوں سے اوپری گولائی کے مرکز کا فاصلہ کم از کم تیس فٹ ضرور ہوگا۔! اس تیس فٹ کے خلاء میں کیا ہے....؟"

پروفیسر تھوک نگل کر رہ گیا۔ اور پٹھان نے چاقو کی نوک اُس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اوپر جانے کا راستہ بتاؤ۔!"

"اوپر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔!"

چاقو کی نوک دو سوت کے قریب گردن میں اُتر گئی۔ اور پروفیسر بلبلا کر بولا تھا "بتاتا ہوں....!" چاقو کی نوک گردن سے ہٹ گئی۔ لیکن پروفیسر لڑکھڑا کر گر پڑا تھا۔

"اٹھو....!" وہ پیر پٹخ کر بولا۔

"تم نے میرے جسم سے خون نکال کر اچھا نہیں کیا۔ یہ کمزوری ہے مجھ میں۔!"

"اَبے اٹھ....!" اُس نے پروفیسر کی گردن تھام کر اٹھا دیا۔ لیکن اُس کے پاؤں زمین پر نہ ٹک سکے۔ پورا جسم ہی ربڑ کی طرح لُجلُجا کر رہ گیا۔!

"مم.... میری.... بات سُن لو.... معمولی سا زخم بھی مجھے مفلوج کر دیتا ہے۔ اب تم مجھے اٹھا کر لے چلو.... میں راستہ بتا دوں گا لیکن عالیہ پر رحم کرو۔ میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا میں راستہ بتا دوں گا مگر مادام اُوپر نہیں ہیں۔!"

پٹھان نے اُسے دونوں ہاتھوں پر اٹھاتے ہوئے کہا تھا "تمام تو اندھیرا ہے.... تم راستہ کیا دکھاؤ گے....!"

"سوئچ آن کرتے چلنا۔!"

“میں اس، کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ ! البتہ ٹارچ استعمال کروں گا....!” اُس نے کہا اور پروفیسر کو پھر فرش پر ڈال دیا اور جیب سے چھوٹی سی ٹارچ نکالی۔

“پہلے عالیہ کے ہاتھ کھول دو....!” پروفیسر بولا۔

“بکواس مت کرو.... ورنہ اُسے یہیں تمہارے سامنے ذبحہ کر دوں گا۔!”

پروفیسر کراہ کر رہ گیا۔ اُس نے اُسے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا تھا۔ ایک ہاتھ میں ٹارچ بھی سنبھال رکھی تھی۔ کئی کمروں سے گذرنے کے بعد پروفیسر نے اُسے ایک بڑے کمرے میں رُکنے کو کہا تھا۔

“یہیں ہے راستہ.... روشنی کر دو....!”

“ہر گز نہیں.... راستہ بھی ٹارچ کی روشنی میں ہی دیکھوں گا۔!” اُس نے پروفیسر کو فرش پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ! اور پھر ٹارچ کی روشنی کا دائرہ کمرے میں چکرانے لگا۔ !

“وہ سوئچ بورڈ ہے....!” پروفیسر بولا “پُش سوئچ دبانے سے لفٹ نیچے آئے گی اور اُس کا دروازہ کھل جائے گا۔ پھر لفٹ کے اندر والا سوئچ اُسے اوپر لے جائے گا۔!”

پٹھان آگے بڑھ کر ٹارچ کی روشنی میں سوئچ بورڈ کا جائزہ لینے لگا۔ !

“خدا کے لئے عالیہ پر رحم کرو....!” پروفیسر کراہا۔

“کر دیا جائے گا۔ فی الحال خاموش رہو۔!” کہتے ہوئے پٹھان نے پُش بٹن پر انگلی رکھ دی۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی تھی۔ وہ تو کمر تک فرش میں دھنس گیا تھا۔ فرش پر دونوں ہاتھوں کا زور دے کر اوپر اٹھنے کی کوشش کر ڈالی۔ لیکن پیر وہاں سے جنبش بھی نہ کر سکے جس جگہ جا ٹکے تھے۔ ! ایسا لگتا تھا جیسے اُس کی پنڈلیاں آہنی پنجوں کی گرفت میں آگئی ہوں دفعتاً پروفیسر کا قہقہہ کمرے میں گونجا تھا اور روشنی ہو گئی تھی۔ وہ سامنے والی دیوار پر لگے ہوئے دوسرے سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا نظر آیا۔ !

“وہ پُش بٹن جو تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے اس سوئچ بورڈ پر ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ہاتھ یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔!” پروفیسر نے بے حد سرد لہجے میں کہا تھا۔ اور واپسی کے لئے دروازے کی طرف مڑ گیا تھا۔ !

وہاں سے تیر کی طرح گودام میں آیا.... اور عالیہ کے ہاتھ کھولنے لگا۔ وہ اُسے حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔ جیسے ہی منہ پر سے ٹیپ ہٹا چیخ کر بولی! “وہ خبیث جھوٹا ہے.... مجھے جگایا تھا اور

چاقو دکھا کر تہہ خانے میں لے گیا تھا۔ وہاں سے ان دونوں کو نکالا۔ اور یہاں لا کر بیہوش کر دیا۔!”

“جہنم میں جائے.... اب تم چل کر اُسی کے چاقو سے اُس کی ناک اور کان کاٹو....!”

“لیکن.... تم.... لیکن تم....!”

“مفلوج نہیں ہوا تھا۔!” پروفیسر ہنس کر بولا۔ “میرا ذہن سوتے وقت بھی بیدار رہتا ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ اندر کیسے پہنچ سکا۔!”

“میں بتاتی ہوں....! میں نے اُسے اُن مزدوروں میں دیکھا تھا جو ہارڈی کے لائے ہوئے سامان کے ساتھ آئے تھے۔!”

“اُوہ.... تو ہارڈی بھی غدار نکلا.... خیر چلو.... اُسے بھی دیکھیں گے....!”

“کیا وہ عورت سچ مچ یہاں نہیں ہے....!” عالیہ نے آہستہ سے پوچھا۔ !

“سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... مادام ایک مافوق الفطرت ہستی معلوم ہوتی ہیں.... وہ جب چاہیں یہاں پہنچ بھی سکتی ہیں۔ لیکن یہ تمہارا وہم ہے کہ وہ یہاں موجود ہیں۔!”

وہ اُس کو اُسی کمرے میں لایا تھا جہاں پٹھان کو ناگفتہ بہ حالت میں چھوڑ گیا تھا۔ !

“ارے مردود تو یہاں کیا کر رہا ہے....!” پروفیسر کمرے میں قدم رکھتے ہی دھاڑا.... اُسے اپنا ایک ملازم اُس سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا نظر آیا تھا۔ جس کے پش بٹن کو دباتے ہی اُس کے بیان کے مطابق پٹھان آزاد ہو جاتا۔ !

“جی یہ کہہ رہا تھا.... ذرا وہ بٹن دبا دو....!” ملازم نے پٹھان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

“میں پوچھ رہا ہوں تو کیسے یہاں آیا....؟”

“جی یہ اللہ میاں سے دعا کر رہا ہو گا کہ کوئی ادھر آ جائے۔!” نوکر نے بڑی سادگی سے کہا۔ اور عالیہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ پروفیسر نے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر ملازم سے بولا “جا نکل یہاں سے!”

“جی بٹن تو دبا دوں.... تاکہ سالے کی جان چھوٹے۔!”

“گولی مار دوں گا.... ہٹ وہاں سے....!”

“جاؤ بیٹا مزے کرو....!” ملازم نے پٹھان سے کہا اور سوئچ بورڈ کے پاس سے ہٹ کر پروفیسر کے قریب آ کھڑا ہوا۔

“شرفو کے بچے....!” پروفیسر ملازم پر چیخا “تو اب تک یہیں کھڑا ہے۔!”

”جی ذرا دیکھ رہا ہوں اِسے....!“ شرفو کہہ کر زور سے چھینکا تھا ”ہات تیرے نزلے کی ایسی تیسی گلا پکڑ لیا ہے.... سالے نے....!“

”اچھا ٹھیک ہے!“ پروفیسر کچھ یاد کر کے بولا! ”تو اس خبیث کے دونوں ہاتھ باندھ دے۔!“

”ہاتھ بندھوا کر کیا کیجئے گا۔ پھنسا تو ہوا ہے سالا....!“

”بیگم صاحبہ اس کے کان کاٹیں گی.... دونوں کان.... اُسی کے چاقو سے....!“

”ارے باپ رے....!“ شرفو پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ ادھر پٹھان نے قریب پڑی ہوئی ٹارچ اٹھائی اور سامنے والی دیوار کے سوئچ بورڈ پر کھینچ ماری۔ وہ ٹھیک نشانے پر بیٹھی تھی۔ پش سوئچ دبا تھا.... اور وہ فرش پر ہاتھ ٹیک کر اُس خلا سے باہر آگیا تھا جس میں پھنسا ہوا تھا۔ فرش پھر برابر ہوگیا۔ خلا سے باہر آتے ہی اُس نے چاقو کھول لیا تھا۔ جس کی کرکراہٹ کمرے میں گونجی تھی۔!

”قیمہ کر کے رکھ دوں گا سب کا....!“ اُس نے پروفیسر پر چھلانگ لگانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ شرفو جھپٹ کر بیچ میں آگیا۔ عالیہ اور پروفیسر بوکھلا کر دیوار سے جا لگے تھے۔!

اور اَب پٹھان پینترے بدل بدل کر شرفو پر حملے کر رہا تھا اور شرفو نہ صرف اُس کے وار خالی دے رہا تھا بلکہ ہنس ہنس کر اُس کا مضحکہ بھی اڑاتا جارہا تھا۔!

”اَبے واہ.... یہ کیا داؤ تھا.... ڈاڑھی کا تنکا تو سنبھال لے بھئی.... یہ بھی کوئی بات ہوئی.... شاباش اب چاقو پھینک کر مار.... شائد اسی طرح تیری مراد بر آئے۔!“

لیکن پٹھان بالکل خاموش تھا۔ البتہ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں حلقوں سے ڈبلی پڑی تھیں۔ اور وہ بڑے انہماک سے حملے کر رہا تھا۔

اچانک داخلے کا دروازہ کھلا تھا.... اور آواز آئی تھی ”بس کھیل ختم.... تم دونوں اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔!“

پٹھان کے ہاتھ سے چاقو چھوٹ پڑا اور شرفو بھی جہاں تھا وہیں رہ گیا۔!

سامنے تھریسیا کھڑی نظر آئی۔ اُس کی دونوں جانب دو سفید فام آدمی اسٹین گنیں لئے کھڑے تھے۔! شرفو اور پٹھان کے ہاتھ اٹھ گئے۔

”اُوہ.... مادام.... مادام!“ پروفیسر گلوگیر آواز میں بولا۔ اور ادب سے جھکتا چلا گیا البتہ عالیہ اُسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ تھریسیا پروفیسر کی طرف توجہ دیئے بغیر پٹھان اور شرفو کو گھورے جارہی تھی۔!

”یہ میرا ملازم شرفو ہے مادام....! اور یہ چوٹٹا نہ جانے کیسے عمارت میں داخل ہوا تھا اور آپ کو تلاش کر رہا تھا۔!“ پروفیسر نے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔

”دونوں چوٹٹے مجھے تلاش کر رہے تھے پروفیسر...!“ تھریسیا نے زہریلی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

”شرفو میرا ملازم ہے مادام....!“

”یہ شرفو نہیں عمران ہے پروفیسر! تمہارا شرفو نہ جانے کہاں ہوگا اور دوسرا چوٹٹا سنگ ہے۔!“

”نہیں....!“ پروفیسر اچھل پڑا۔ ”سنگ اتنا بھاری بھر کم۔!“

”پورے جسم کے گٹ اَپ میں ہے۔ ہارڈی اس سے ساز باز کر کے اسے یہاں لایا تھا۔ وہ اپنی سزا کو پہنچ گیا۔ اور عمران کو تم دیکھ ہی رہے ہو اپنے ایک ملازم کے روپ میں۔!“

”کیوں چچا....! پھنس گئے نا آخر....!“ شرفو پٹھان کو آنکھ مار کر بولا۔

سنگ کچھ نہ بولا۔ وہ تھریسیا کی بجائے عالیہ کو دیکھ رہا تھا۔ نہ صرف دیکھ رہا تھا بلکہ مسکرا کر کئی بار آنکھ بھی مار چکا تھا۔

”یہ تم دونوں کی آخری رات ہے....!“ تھریسیا سخت لہجے میں بولی۔

”اگر بیگم اشرف مجھ پر کرم فرمائیں تو میں اس آخری رات کو زندگی کی حسین ترین رات میں بھی تبدیل کر سکتا ہوں۔!“ سنگ نے کہا اور عالیہ اُسے گالیاں دینے لگی۔!

”پروفیسر اسے لے جاؤ یہاں سے....!“ تھریسیا نے سرد لہجے میں کہا۔

”چلو.... چلو....!“ پروفیسر بوکھلا کر بولا۔

”میں نہیں جاؤں گی....!“

”کیا تجھے زندگی عزیز نہیں ہے۔!“ تھریسیا اُس کی طرف مڑ کر گھورتی ہوئی بولی۔

”نہیں تم ہرگز نہ جانا۔!“ عمران نے کہا ”تم بھی اسی کی طرح ایک طاقتور عورت ہو بلکہ میرا خیال ہے کہ بعض معاملات میں اس سے کہیں زیادہ اونچی بھی ہو۔!“

”تم خاموش رہو۔!“ تھریسیا عمران پر اُلٹ پڑی۔!

”مرنے سے پہلے جی بھر کے بول تو لینے دو۔!“

”تم مروگے نہیں، بلکہ میرے ساتھ جاؤ گے۔!“

"ابھی تو کہہ رہی تھیں کہ آخری رات ہے۔!"

"یہاں.... اس سرزمین پر.... اور سنگ تم سنو.... تمہاری زندگی مشروط ہے۔!"

"بکواس کئے جاؤ۔!"

"اگر تم وہ سارے کاغذات میرے حوالے کر دو.... تو تم بھی زندہ رہ سکتے ہو۔!"

"بیوقوف عورت.... کیا تو سمجھتی ہے....!"

"با ادب با ملاحظہ ہوشیار۔!" عمران حلق پھاڑ کر دھاڑا "مادام کی شان میں گستاخی نہیں برداشت کر سکتا۔! صرف تمہاری ماں بیوقوف تھی جس نے....!"

"خاموش....!" سنگ مٹھیاں بھینچ کر چیخا۔!

عمران نے ٹامی گنوں کی پرواہ کئے بغیر سنگ پر چھلانگ لگائی اور دونوں گتھے ہوئے فرش پر چلے آئے۔! تھریسیا کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ اُس نے انہیں الگ کرنے کی کوشش نہ کی۔ خاموش کھڑی دیکھتی رہی۔!

"اسی دوران میں کچھ سوچ لو چچا.... دو دو اسٹین گنیں ہیں۔!" عمران آہستہ سے سنگ کے کان میں بولا تھا۔!

سنگ کچھ نہ بولا۔ لیکن اب اُس کے انداز میں حقیقتاً جارحانہ پن باقی نہیں رہا تھا۔!

"چاقو اٹھا کر مجھ پر وار کرو....!" سنگ نے عمران کے کان میں کہا۔!

لہٰذا اب فرش پر پڑے ہوئے چاقو کیلئے دونوں کے درمیان جدوجہد کا ریہرسل ہونے لگا تھا۔!

دوسری طرف پروفیسر عالیہ کو دھکیلتا ہوا دروازے کی طرف لے جا رہا تھا جیسے ہی قریب پہنچے دروازہ کھلا اور دونوں باہر نکل گئے۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔

چاقو عمران ہی کے ہاتھ لگا تھا۔ جسے اُس نے سنگ کے سینے میں گھونپ دینے کی کوشش کی تھی۔ سنگ نے چاقو والا ہاتھ پکڑ لیا.... پھر اُسے تھریسیا کی طرف موڑ کر جھٹکا دیا ہی تھا کہ چاقو عمران کے ہاتھ سے چھوٹ کر اُچھلا اور تھریسیا کے شانے پر پیوست ہو گیا۔!

وہ زور سے چیخی تھی۔ اُس کے دونوں ساتھی بوکھلا گئے۔

سنگ نے عمران کو چھوڑ کر اُن میں سے ایک پر چھلانگ لگائی اور اُسے دبوچ کر بیٹھ گیا۔!

دوسرے نے اسٹین گن سیدھی ہی کی تھی کہ اُس کے پہلو پر عمران کی ٹکر پڑی۔!

کئی فائر ہوئے تھے.... لیکن ساری گولیاں دیوار پر پڑی تھیں اور پھر اسٹین گن اُس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ تھریسیا اُٹھ کر کمرے سے نکلی چلی گئی۔ چاقو بدستور اُس کے شانے میں پیوست تھا۔ اور وہ بُری طرح کراہے جا رہی تھی۔!

سنگ اپنے شکار کو چھوڑ کر اُس کے پیچھے لپکا....! شکار بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ شائد سنگ نے اُس گلا گھونٹ دیا تھا۔! تھریسیا نکلی جا رہی تھی۔ ادھر عمران کا حریف نہ بیہوش ہو رہا تھا اور نہ مر رہا تھا۔! آخر ایک بار اُس کے بال گرفت میں آ گئے اور عمران نے اُس کے سر کو فرش پر پٹخنا شروع کر دیا۔

اس طرح وہ بھی کمرے سے باہر نکلنے کے قابل ہو سکا تھا۔ لیکن دونوں نے اسٹین گنیں کمرے میں نہیں چھوڑی تھیں۔ سنگ ایک کمرے میں پروفیسر سے الجھا ہوا نظر آیا۔ گریبان پکڑے جھٹکے دے دے کر اوپر کا راستہ پوچھ رہا تھا۔!

عمران نے آگے بڑھ کر اسٹین گن پروفیسر کی کھوپڑی سے لگا دی اور بولا۔ "تمہارا مغز دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑ جائے گا.... اگر تم نے اوپر جانے کا راستہ نہ بتایا۔!"

اور پھر پروفیسر نے کاندھے ڈال دیئے۔ اوپر جانے والی لفٹ تک انہیں لایا تھا۔ عمران نے اُسے بھی ساتھ ہی رکھا اور وہ اوپر پہنچے.... لیکن شائد تھریسیا اب ہاتھ نہیں آ سکتی تھی.... ایک چھوٹا فے گراز[1] فرش سے بلند ہو رہا تھا۔! عمران نے ٹامی گن سے اُس پر فائر کئے۔ لیکن گولیاں اچٹ کر ادھر ادھر جا پڑیں۔ ایک تو خود اُس کے ہی لگی ہوتی اگر اچھل کر ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا۔ فے گراز آٹھ نو فٹ بلند ہو چکا تھا۔ اچانک سنگ نے اُس کے نیچے پہنچ کر چھلانگ لگائی اور اُس کا ایک پایہ پکڑ لیا۔

چھت ایک بڑے سے دائرے کی شکل میں کھل گئی تھی۔ فے گراز اُس سے گذرا چلا گیا....! اور پھر اُس کے اوپر اٹھنے کی رفتار حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی تھی۔!

سنگ بدستور پایہ تھامے لٹکا ہوا تھا۔!

"اَبے او چچا... مجھے کیا اس خبطی پر چھوڑے جا رہا ہے۔!" عمران دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ کر چیخا.....!

---

[1] زیرو لینڈ والوں کا طیارہ......!

اچانک پروفیسر چیخا.... "بھاگو.... عمارت تباہ ہو جائے گی.... ہم سب مر جائیں گے۔!"

اور پھر اُس نے لفٹ کیطرف بھاگنا چاہا تھا۔ لیکن عمران نے پیچھے سے اُسکے کوٹ کا کالر پکڑ لیا۔!

"ارے مر جائیں گے....!" پروفیسر حلق پھاڑ کر چیخا۔!

"پرواہ نہیں....! پہلے معاملے کی بات ہو جائے پھر نیچے چلیں گے۔!"

"وہ اُسی پر بیٹھے بیٹھے ایک بٹن دبائے گی اور عمارت دھماکے سے اڑ جائے گی.... لاسلکی سے تعلق ہے یہاں لگے ہوئے ڈائنا مائیٹس کا....!"

"کچھ بھی ہو....! یہ بتاؤ کہ تم اُس دھاری دار آدمی کو اُس کی اصلی ہیئت میں واپس لے جاسکو گے یا نہیں۔!"

"ہاں.... ہاں ہو جائے گا بھاگو.... خدا کے لئے.... میں اُسے ٹھیک کردوں گا۔!"

"بس تو چلو.... عمارت بھی نہیں اڑے گی.... اطمینان سے چلو.... تھریسیا نے جو دھمکی میرے پاس روانہ کی تھی اُس کی بناء پر میں نے عمارت میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے ڈائنامائٹ تلاش کئے تھے اور انہیں ناکارہ کر دیا تھا۔!"

"کہیں ایک آدھ رہ ہی نہ گیا ہو۔!"

"کتنے تھے....؟"

"پانچ عدد....!"

"ٹھیک ہے.... سب بیکار ہو چکے ہیں۔!"

وہ نیچے آئے تھے۔ ایک کمرے میں صفدر اور نیمو اور عالیہ ملے۔ عمران نے پروفیسر کو کرسی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا "اب یہ بتاؤ کہ اُن لوگوں کی ہیئت کیوں بدلی گئی تھی۔!"

"مم.... میں نہیں جانتا.... یقین کرو.... وہ کہیں اور استعمال کئے جاتے.... یہاں کے لئے نہیں تھے اتنا ہی علم ہے مجھ کو....!"

دفعتاً عالیہ بولی "تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے یا نہیں....!"

"ہاں.... اچھی طرح.... اسی لئے ابھی تک پولیس کو پروفیسر کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ لیکن اب یہ میری تحویل میں رہیں گے.... میں ان کی طرف سے کسی بڑے اخبار میں ایک مضمون شائع کراؤں گا جس میں دعویٰ کیا جائے گا کہ پروفیسر دھاریوں کے راز سے واقف ہو گئے ہیں اور اگر اب کہیں ویسا کوئی آدمی ملے تو اُسے ان کے پاس پہنچا دیا جائے.... یہ اُسے اُس کی اصلی حالت پر لے آئیں گے۔!"

"زندگی بھر تمہاری احسان مند رہوں گی۔!"

"تت.... تو.... کیا تم نے....!" پروفیسر عالیہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔

"ہاں میں ہی انہیں یہاں لائی تھی اور اگر اب تم نے اُس عورت کا نام لیا تو میں خود ہی تمہیں شوٹ کردوں گی۔!"

"میری گلو خلاصی تو اب موت ہی کر سکے گی میں اُن سے تعاون نہیں کروں گا تو وہ خود ہی مجھے شوٹ کر دیں گے۔!"

"وہم ہے تمہارا.... کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا تمہاری طرف.... کیا تمہیں اس سے انکار ہے کہ تھریسیا مجھ سے خائف تھی۔!"

"سنگ سے خائف تھی۔!"

"یہ بھی غلط ہے سنگ سے خائف ہوتی تو اُسے چھیڑتی ہی نہیں.... وہ مجھ سے وقتی مصالحت محض اس لئے کرنا چاہتی تھی کہ اطمینان سے سنگ کی طرف توجہ دے سکے۔!"

"تم آخر ہو کیا بلا۔!"

"میرے باپ کے پاس بھی اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔!" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

پھر وہ سب خاموشی سے ایک ایک کی شکل تکتے رہے تھے۔!

﴿ختم شد﴾